مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

فتح 1348 ہش

دسمبر 1969ء

:- ایڈیٹر :-

محمد اسلم شاد منگلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

— المصلح الموعودؓ —

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۱۵ ـــــ شمارہ ۱۲

رمضان ۱۳۸۹ھ ٭ فتح ۱۳۴۸ھش

دسمبر ۱۹۶۹ء

مدیر: محمد اسلم شاد منگلا

نائبین:- منصور احمد عمر۔ ملک کریم الدین

معاونین:- صالح محمد خان شاہد۔ انعام الحق کوثر

مرزا ظفر احمد۔ عمر حیات

قیمت سالانہ چھ روپے

قیمت فی پرچہ ۶۰ پیسے

ترتیب

(محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

پچھلے تین سال میں خدّام الاحمدیّہ نے خاصی ترقی کی ہے

ہمارا ہر فرد جس پر نئے سرے سے ذمّہ واری عاید کی جاتی ہے اُس کو پہلوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ایوانِ محمود میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جو تین سال تک صدر مجلس کی حیثیت میں گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد اب انصار اللہ میں شامل ہو رہے ہیں کے اعزاز میں مورخہ ۲۹ را خاء ۱۳۴۸ ہش کو الوداعی دعوت دی گئی۔ جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی شمولیت فرمائی۔ اس موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے:-

(مرتبہ یوسف سلیم صاحب)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایک عظیم وعدہ یہ بھی دیا ہے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد جماعت احمدیہ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی قیامت تک اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتی رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ الوصیت میں اسے قدرتِ ثانیہ (یعنی خلافتِ حقہ) قرار دیا ہے۔ چونکہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ آپ بہرحال انسان ہیں اور ایک وقت میں آپ نے اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے کیا آپ کی وفات کے بعد جماعت اس مجسم قدرت سے محروم ہو جائے گی؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نہیں جماعت اس سے محروم نہیں ہو گی۔ آپ نے اس خوف کو دور کرنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت سنائی کہ میرے بعد بھی جماعت میں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی رہیں گی۔ اور یہ سلسلہ جب تک کہ جماعت احمدیہ پر قیامت نہیں آجاتی۔ اور روحانی طور پر یہ جماعت مردہ نہیں بن جاتی (والعیاذ باللہ) اس وقت تک یہ جماعت خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتی رہے گی۔

قرآن کریم میں خلافت کے دو کام بتائے گئے ہیں

ایک ہے تمکینِ دین اور دوسرا ہے خوف سے حفاظت۔ اور قرآن کریم کی رُو سے یہ دونوں کام جب تک خلافت ہے کسی اور کے ذریعہ سے سرانجام نہیں پا سکتے۔ اس لئے جس طرح پہلے الٰہی سلسلوں میں ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ میں بھی مختلف تنظیمیں تمکینِ دین اور خوف کو امن سے بدلنے کے سامان پیدا کرنے کے لئے بطور ہتھیار کے ہوتی ہیں۔ اور یہ ہتھیار خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں ہوتا ہے ہماری جماعت میں اس وقت مختلف تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ مثلاً صدر انجمن احمدیہ ہے یہ سب سے پرانی تنظیم ہے۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی موجود تھی۔ پھر تحریک جدید ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دنیا بھر میں اشاعتِ اسلام کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور جماعت کی جدوجہد کو تیز اور اس کے جہاد بالقرآن میں ایک شدت پیدا کرنے کے لئے تحریک جدید کو قائم کیا۔ پھر وقفِ جدید ہے اسی طرح وقفِ عارضی کا نظام ہے۔ پھر موصیوں کی انجمن ہے۔ گو اس کے کام کی ابھی ابتداء ہے اور جو اس کی ذمہ داریاں ہیں ان کو نباہنے کے لئے یہ تنظیم بھی انشاء اللہ اپنے وقت پر نمایاں شکل میں سامنے آجائے گی۔ خدام الاحمدیہ کے ساتھ ہی مجلس اطفال الاحمدیہ ہے۔ اس واسطے میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ پھر لجنہ اماء اللہ کی تنظیم ہے۔ یہ تنظیمیں خلیفہ وقت کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کی حیثیت میں بڑے ہی مفید کام کرتی رہی ہیں اور اب بھی کر رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ لیکن ہر تنظیم میں بعض دفعہ وقتی طور پر بعض کمزوریاں بھی آجاتی ہیں۔ یہ خلیفہ وقت کا کام ہوتا ہے کہ ان کمزوریوں کو جس طرح وہ مناسب سمجھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی اُسے ہدایت ہو دور کرنے کی کوشش کرے۔ بسا اوقات ایک ظاہر بین آنکھ اس کوشش کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔ جو کسی کمزوری کو دور کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن بہر حال خلیفہ وقت تو کسی وقت بھی اپنی ذمہ داری سے غافل نہیں ہو سکتا۔ خواہ دنیا اُسے دیکھے یا نہ دیکھے اور سمجھے یا نہ سمجھے۔

غرض جماعت کی کسی تنظیم میں بعض دفعہ عارضی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے دور کیا جاتا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں بھی بعض کمزوریاں پیدا ہوئیں اس ہال پر بھی بعض بدنما داغ لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ یہ داغ صاف کر دیئے گئے۔ اور ان پر خوبصورت رنگ و روغن کر دیا گیا۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ جو آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر (آپ کے نقطۂ نگاہ سے غیر محسوس طور پر) تنزل کی طرف جا رہی تھی۔ اس میں زندگی کی رَو پیدا ہوئی۔ اور اس کے کاموں میں وسعت پیدا ہوئی۔ کچھ اعداد و شمار آپ کے سامنے ہیں۔ گو اس وقت زیادہ تفصیل سے تو نہیں بتائے جا سکے۔ لیکن ہر لحاظ سے کمزوریاں جو تھیں وہ دُور ہوئیں لیکن ابھی ہم اپنے کام میں سو فیصدی کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور میرے خیال میں انسان سو فیصدی کامیاب ہو بھی نہیں سکتا۔ ورنہ اس کی جدوجہد ختم ہو جائے۔ پس ابھی مزید ترقی بھی کرنی ہے۔ اس لئے ایک طرف تو ہم سب کو ممنون ہونا چاہیئے۔ آپ کے پہلے صدر کا

جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی۔ کہ وہ بہت سی غفلتوں اور غلطیوں کو دور کرسکیں۔ نیز بعض بدنما دھبوں کو اس مجلس کے چہرے سے دھو سکیں۔ اور ایک خوبصورت رنگ میں ایک فعال مجلس کی حیثیت میں ایک تیز دھار والے روحانی آلے کے طور پر اسے خلیفہ وقت کے ہاتھ میں رکھ سکیں کیونکہ بہرحال یہ روحانی تلوار خلیفہ وقت نے چلانی ہے۔ زید یا بکر نے نہیں چلانی۔

دوسری طرف مجھے خوشی ہوئی ہے کہ ایک لمبے عرصے کے بعد اب ایک ایسے مخلص اور بےنفس نوجوان صدر بنے ہیں جن کا جسمانی رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس ذمہ داری کو نباہنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء اور اس کی مدد اور نصرت کے بغیر کوئی شخص صحیح اور صالح عمل نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو عمل صالحہ کی اہلیت تو عطا کر رکھی ہے مثلاً یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکے لیکن انہی انسانوں میں سے جن میں سے ہر ایک قرب الٰہی کے حصول کی قابلیت اور اہلیت رکھتا ہے ابوجہل بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے اور بھی کئی بدقسمت لوگ پیدا ہوجاتے ہیں حالانکہ ان میں قرب الٰہی کے حصول کی اہلیت بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن محض اہلیت کا ہونا کافی نہیں ہے۔ اہلیت کے ساتھ جب تک تدبیر اور دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت کو حاصل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک اہلیت کھلتی نہیں بند کلی کی شکل میں ہی رہتی ہے اور بعض دفعہ وہیں ختم ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو وہی گلاب کا ایک خوبصورت پھول بن جاتا ہے۔

پس صدر بننے والے نوجوان کے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے۔ اور اس عہدہ سے سبکدوش ہونے والے مخلص نوجوان کے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے۔ اور آنیوالے کو یہ توفیق دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے پہلوں سے زیادہ کام کرکے دکھائیں۔ ہم کسی جگہ پر ٹھہر نہیں سکتے۔ ہمارا ہر فرد جس پر نئے سرے سے ذمہ داری عائد کی جاتی ہے اس کو پہلوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلاؤ اور وسعت آرہی ہے۔ جماعت کے کام بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔

غرض میں یہ بتا رہا تھا۔ کہ جنہوں نے مجلس کی صدارت کا چارج لیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خونی رشتہ کے لحاظ سے خاندان کے فرد نہیں ہیں لیکن روحانی رشتہ کے لحاظ سے ہر شخص اپنی ہمت اور کوشش اور اپنی دعا اور عاجزی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی روحانی اولاد بننے کے قابل ہے۔ اور سچا اور حقیقی روحانی بیٹا اسے بننا چاہیئے۔ اور بہت لوگ ہیں جو جسمانی اولاد سے بھی زیادہ آگے نکل جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ محض روحانی اولاد ہوتے ہیں۔ جسمانی تعلق تو ایک دنیوی

تعلق ہے۔ مذہب یا روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اولاد سے اصل تعلق روحانی تعلق ہی ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ آگے ورثہ میں کسی کو کچھ دیتے ہیں کیونکہ ورثہ کا تعلق جسمانی قرابت سے ہے۔ اس کی نفی کر دی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک روحانی فیوض و برکات کا تعلق ہے وہی حقیقت وہی صداقت، وہی حق اور وہی حکمت ہے۔ وہی دراصل صحیح معنے میں کسی شخص کی روحانی اولاد ہے جس نے اللہ تعالےٰ کے حکم کو اس کی منشاء اور فرمان کے مطابق قائم کیا۔ اور ہر شخص اپنے اخلاص اور ایثار کے مطابق اپنا اجر پاتا ہے۔ پس اصل میں یہی روحانی اولاد ایک روحانی وجود کی اولاد ہے۔ اس کی جسمانی اولاد کوئی نہیں ہوتی۔ بہت سی جگہوں پر اس قسم کی غلط فہمی پیدا کی جاتی ہے۔ اور جس طرح Erosion (اروژن) کے نتیجہ میں دریا کا پانی کنارے کاٹ جاتا ہے یہاں بھی اس قسم کے Erosion (اروژن) ہوتے رہتے ہیں۔ پھر بارشیں آتی ہیں۔ بعض کھیتوں کی حالت خراب کر جاتی ہیں۔ جہاں پہلے بڑی اچھی کھیتی ہوا کرتی تھی وہاں نشیب و فراز اور بالکل بنجر علاقے بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس قسم کے بدخیالات کا یہی حال ہے ان سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیئے۔ اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہی حقیقی اولاد ہے۔ اسی واسطے آپ نے اپنی جسمانی اولاد کے متعلق یہ فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میری دعاؤں کو قبول کیا اور ان کو روحانی وجود بنا دیا۔ اگر محض جسمانی اولاد ہونے میں کوئی خوبی ہوتی تو آپ کو نہ ان دعاؤں کے کرنے کی ضرورت تھی۔ نہ ان کی قبولیت کی حاجت تھی۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ روحانی رشتہ مضبوط ہو۔ خواہ جسمانی تعلق نہ بھی ہو۔ اس واسطے وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ محض جسمانی اولاد ہونا کوئی بڑائی ہے۔ بعض لوگ اسلام میں ایسے بھی ہوئے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے صرف اس لئے دشمنی کی کہ وہ آپؐ کی جسمانی اولاد تھے۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کہ چونکہ جسمانی اولاد تھے اس لئے ان کو عزت حاصل ہو گئی۔ لیکن اس رشتے کے نتیجے میں اگر کوئی انہیں بزرگی دیتا ہے تو وہ جاہل مطلق ہے۔ اس کے اندر کوئی روحانیت نہیں ہے۔ کوئی عقل نہیں ہے۔ اصل تعلق روحانیت کا ہے جسمانی اولاد میں اگر یہ تعلق پختگی کے ساتھ قائم ہو جائے۔ ان میں ایثار اور قربانی اور بےنفسی پیدا ہو جائے تو اللہ تعالےٰ ان کو بھی جزاء دیتا ہے اور اپنے قرب اور رضا سے نوازتا ہے۔ اور جس نے جسمانی اولاد نہ ہونے کے باوجود روحانی اثر کو قبول کر کے اپنے آپ کو دنیا کی نگاہ میں حقیقی اولاد جیسا بنا دیا۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ جسمانی تعلق نہیں تھا اس لئے وہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں عزت اور مرتبہ نہیں پا سکتا۔ یہ بھی غلط ہے۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اصل صراطِ مستقیم یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں عزت اور احترام کو حاصل کر لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ وہی اپنی استعداد

کے مطابق خدا تعالیٰ کے دین کے کام کرنے کی توفیق پاتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوششوں کو قبول کرتا ہے خواہ
اس کا مامور زمانہ سے جسمانی تعلق ہو یا نہ ہو۔ پس وہ لوگ
جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا جسمانی تعلق ہے اس لئے
ان کو بڑا کہنا چاہیئے۔ وہ بھی غیر معقول بات کرتے ہیں
اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ جسمانی تعلق ہے اس
لئے اچھے ہو گئے ہیں اور انہوں نے ورثہ میں عزت
واحترام کو پالیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ اس طرح پر تو
ورثہ میں کسی کو عزت و احترام نہیں ملا کرتا۔ پس جو
شخص یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ جسمانی رشتہ نہیں ہے
اس لئے اکرام اور بزرگی نہیں مل سکتی۔ یہ خیال بھی
غلط ہے۔ غرض جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ جسمانی تعلق
ہے اس لئے ضرور بزرگی مل جائے گی یہ بھی غلط ہے
اصل میں روحانی تعلق نام ہے تقویٰ اختیار کرنے کا۔
اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا کرنے کا، اللہ تعالیٰ
کے لئے ایثار اور قربانی کرنے کا، اپنے نفس پر
ایک موت وارد کرنے کا۔ اپنے آپ کو کچھ بھی نہ سمجھنے
کا، اپنی فنا کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک نئی اور
پاک زندگی حاصل کرنے کا۔ یہ اصل تعلق ہے اس
کے بغیر تو کوئی تعلق تعلق ہی نہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچھلے تین سال
میں خدام الاحمدیہ نے خاصی ترقی کی ہے لیکن پہاڑوں
کی بلند چوٹیوں کی طرح خدام الاحمدیہ کے لئے کوئی
ایک چوٹی مقرر نہیں کہ جہاں جا کر وہ یہ سمجھیں کہ بس
اب ہم آخری بلندی پر پہنچ گئے۔ ہمارا کام ختم ہو گیا۔
یہ تو ایسے پہاڑ کی چڑھائی ہے کہ جس کی چوٹی کوئی ہے
ہی نہیں۔ کیونکہ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے اوپر عرش
رب کریم ہے۔ اور انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان
جو فاصلہ ہے وہ غیر محدود ہے اور ہمیں یہ کوشش
کرنی چاہیئے اور اسی میں ہماری زندگی اور حیات ہے،
کہ ہم کسی جگہ پر تھک کر بیٹھ نہ جائیں۔ یا کسی جگہ ٹھہر کر
یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے جو حاصل کرنا تھا وہ کر لیا۔ یہ
نہیں۔ ہمارے لئے غیر محدود ترقیات اور رفعتیں
مقدر کی گئی ہیں۔ اور اگر ہم کوشش کریں اور واقع
میں اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں اخلاص اور ایثار
اور محبت ذاتی اپنے لئے محسوس کرے تو وہ ہم پر
فضل نازل کرتا چلا جائے گا۔ اور کرتا چلا جاتا ہے
جس کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ سے اور زیادہ
پیار حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس سے وہ اور زیادہ
دور اور بیگانہ ہو جاتا ہے۔

پس کام ہوا اور بڑا اچھا کام ہوا۔ انشاء اللہ
آگے بھی کام ہونگے اور بڑے اچھے ہونگے اور تنظیمی
لحاظ سے ہم کچھ اور بلند ہو جائیں گے۔ لیکن چوٹی پر
نہیں پہنچ سکتے کہ جس کے بعد ہم سمجھ لیں کہ بس اب
ہمارا کام ختم ہو گیا۔ کیونکہ جہاں بھی ہم کھڑے ہوتے
وہاں ہم گرے۔ اور ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
اس لغزش اور اس ہلاکت سے محفوظ رکھے اور اللہ
تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے کہ ہمارے جیسے کمزور
بندوں میں سے جس کو بھی کسی تنظیم کی قیادت نصیب ہو
وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور مدد سے اس کا

اہل ثابت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذہن میں جِلا
پیدا کر دے اس کے دل میں ایک عزم اور ہمت پیدا
کر دے اور جس طرح خلیفۂ وقت کا یہ کام ہے کہ تمکین
دین ہو، وہ اس کے لئے ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد
اور ہمت اور عزم رکھنے والا بازو بن جائے۔ وہ بھی
اور اس کے ماتحت تنظیم بھی اور اس طرح اپنی اپنی
جگہ ایک ایسی تنظیم قائم ہو جائے کہ جس کے ذریعہ
سے علاوہ اور ذرائع کے خلیفۂ وقت جماعت کے
خوف کو امن سے بدلنے والا اور دشمنوں کے جھوٹے
امن کو حقیقی خوف میں تبدیل کرنے والا ہو۔

اب ہم ہر دو کے لئے دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ
میاں طاہر احمد صاحب کو جزاء دے۔ ہر انسان سے
لغزشیں اور غفلتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ لیکن جب اللہ
تعالیٰ انسان کے دل میں اخلاص کو دیکھتا اور بے نفسی
کو پاتا ہے تو اس کی مغفرت جوش میں آتی ہے اور
انسان کی بشری کمزوریوں پر اس طرح پردہ پڑ جاتا
ہے کہ کئی دفعہ میں نے سوچا ہے کہ ہمارا رب ہم سے
کتنا پیار کرنے والا ہے کہ وہ بعض دفعہ انسانی غفلتوں
پر اس طرح پردہ ڈال دیتا ہے کہ خود غفلت کرنے
والے کو بھی پتہ نہیں ہوتا۔ کہ میں نے کیا غفلت کی
ہے۔ یہ کتنی مہربانی اور پیار ہے اس کا۔ پس اللہ
تعالیٰ مغفرت کی چادر میں ان کو لپیٹے رکھے۔ اپنی
رحمت سے ہمیشہ ان کو نوازتا رہے۔ اور اس عاجزی
کے مقام سے ان کو کبھی دور نہ کرے اور جس طرح پہلے
انہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کی توفیق پائی
اب دوسری راہوں پر دوسرے میدانوں میں بھی وہ خدمت
بجالانے کی توفیق پاتے رہیں۔ اور جس طرح جانیوالے
صدر نے ایک اور حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی
اور وہ بہت سے کام کرتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان
نئے صدر کو بھی بڑی ہمت دی ہے اور بڑا اخلاص
دیا ہے جو ظاہری آنکھ دیکھتی ہے۔ لیکن میری آنکھ یا
آپ کی آنکھ نے تو فیصلہ نہیں کرنا۔ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ
کی نگاہ نے کرنا ہے۔ اس لئے ہم تو صرف دعا کر سکتے
ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اس سے زیادہ
اخلاص ہو جو ہمیں نظر آتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ
عزم و ہمت اور بے نفسی و فدائیت ہو جو ہمیں بظاہر
دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت میں سینکڑوں
ہزاروں ایسے نوجوان پیدا کرے۔ جو قیادت کرنے
کے اہل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو سادات
کی یا سرداروں کی یعنی قیادت کرنے والوں کی جماعت
بنایا ہے۔ ہماری جماعت ایسی نہیں ہے کہ جس میں
سے ایک کے قائد بن جانے کے بعد باقی ساری کی ساری
جماعت میں قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان ہو۔ کیونکہ
پھر تو چوٹی کی بلندیاں اونچی نہیں ہوتیں۔ چوٹی کے
لئے تو پھر اتنے ہی بلند زاویئے بھی قائم کرنے پڑتے
ہیں اور اس ڈھلوان پر چاروں طرف سے Queue
(کیو) لگا ہوتا ہے۔ قطار بنی ہوتی ہے۔ جن میں سے
ہر ایک اہل ہوتا ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء
اس طرح ہو کہ اگر مثلاً ایک نوجوان چالیس سال کا
ہو گیا ہے۔ تو اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹے تو دوسرا آگے

قدم بڑھا کر اس کی جگہ لے لے جس کی تربیت انتظامی لحاظ سے بھی ہو۔ اور جس پر روحانی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت بھی ہو۔ پس یہ جماعت ہے ہی سرداروں کی جماعت۔ اس کی راہ میں بے ہوش پڑے ہوئے افراد تو آپ کو نظر آئیں گے۔ لیکن ان کی تعداد بڑی تھوڑی ہے۔ یہ جماعت ایک مضبوط دل رکھنے والی اور بڑی ہی پیاری جماعت ہے۔ مجھے تو ان لوگوں کے خطوط آتے رہتے ہیں جنہیں غیر بڑی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ ابھی آج ہی میں ڈاک میں ایک خط پڑھ کر آیا ہوں کہ اس طرح ہم نئے احمدی ہیں اور اس طرح پر ہمیں تنگ کیا جا رہا ہے لیکن ہم نے لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور ہم پوری مضبوطی کے ساتھ اور علیٰ وجہ البصیرت احمدیت پر قائم ہیں اور مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حقیقت یہی ہے۔ کہ قرآن کریم نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ جماعت جس میں ثباتِ قدم پایا جاتا ہے اس پر ملائکہ (فرشتے) بھی رشک کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا یہی حال تھا۔ ہمارے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے کہ سے "صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی واسطے بار بار فرمایا ہے کہ جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اندر ایک عظیم انقلابی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ میری جماعت کو بھی چاہیئے۔ کہ اسی قسم کی روحانی تبدیلی اپنے اندر پیدا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے تو ضرور پورے ہو کر رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے کسی فرد یا کسی قوم یا کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نباہو گے تو ہم ایک اور قوم لے آئیں گے جو اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے والی ہوگی۔ (سورۃ محمد آیت ۳۹) خدا تعالیٰ کے وعدے تو پورے ہو کر رہیں گے۔ لیکن وہ قوم جس نے اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نباہا۔ (اور اللہ تعالیٰ کو اس کی جگہ ایک اور قوم کو لانا پڑا) وہ تو بڑی ہی بدبخت ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے لوگوں کو اپنی انتہائی محبت سے نوازنا چاہا۔ مگر انہوں نے اپنے نفس کے موٹاپے کی وجہ سے اس محبت کو ٹھکرا دیا اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے غضب اور اس کے قہر کا مورد بنا لیا۔

پس احمدی مسلمان تو ایسی قوم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ایک قادرانہ فعل کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے جو کام اس کے ذمہ لگایا گیا ہے (بظاہر کام تو سارے اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے) وہ تو انشاء اللہ پورا ہوگا۔ اسلام کو ضرور غلبہ حاصل ہوگا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے رستے میں روک نہیں بن سکتی۔ لیکن وہ لوگ بڑے ہی مبارک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی جنتوں میں لانے کے لئے دنیا میں ظاہر یہ کرتا ہے۔ کہ ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ مگر کیا انسان اور کیا اس کی کوشش۔ وہ دنیا جو اس وقت اسلام کی مخالف ہے اس کے مقابلہ میں ہماری یہ طاقت یا ہماری یہ دولت یا ہمارے افراد کی یہ تعداد

شجرۂ ممنوعہ کیا تھا؟

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کی لطیف تشریح

(از سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ شجرہ جس کے پاس جانے سے آدم کو روکا گیا تھا کیا تھا؟ یہ سوال بڑا اہم مبنی اختلاف بنا رہا ہے بعض نے اسے عورت کہا ہے۔ بعض نے گندم کا دانہ اور بعض نے انگور۔ لیکن یہ سب معانی خلاف قرآن ہیں۔ عورت اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو بیوی سمیت اس میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گندم بھی اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ اور نہ انگور کہ یہ دونوں اشیاء حلال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا۔ اس علاقہ میں سے اپنی غذا بافراط حاصل کرو۔

بائبل میں اسے شجرۂ علم قرار دیا گیا ہے لکھا ہے:

"اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دے کر کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا کر لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا۔ کیونکہ جس دن تو اس سے کھائیگا ضرور مریگا"

(پیدائش باب ۲۔ آیت ۱۶، ۱۷) بائبل کا یہ بیان بالبداہت باطل ہے کیونکہ نیک و بد کی پہچان ہی تو انسان کو دوسرے حیوانوں سے افضل بتاتی ہے ورنہ پھر گھوڑے گدھے اور انسان میں فرق ہی کیا ہے اور جبکہ خود بائبل کہتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند بنایا (پیدائش باب آیت ۲۶) تو اس کے معنے یہی ہیں کہ اس میں نیک و بد کی پہچان رکھی اور علم و عرفان کا مادہ رکھا ورنہ خدا کی صورت اور اس کی مانند کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ اور جب آدم کو خدا کی صورت اور اس کی مانند بنایا گیا تھا تو وہ تو اپنی پیدائش کے ساتھ ہی نیک و بد کو پہچاننے والا تھا۔ اس غرض کے لئے اسے کسی درخت کا پھل کھانے کی کیا ضرورت تھی اپنی مانند پیدا کر کے اسے نیک و بد کی پہچان کا درخت کھانے سے روکنے کے تو یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے خود اپنا کام باطل کیا اور بچوں کا سا کھیل کھیلا۔ جو پہلے ایک گھروندا بناتے ہیں اور پھر اسے توڑ دیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر اس درخت سے مراد نہ تو گندم اور انگور ہے اور نہ نیک و بد کی شناخت ہے تو پھر اس درخت سے کیا مراد ہے جس کے پاس جانے سے آدم علیہ السلام کو روکا گیا؟ قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کا پھل کھانے سے آدم علیہ السلام پر ان کا ننگ ظاہر ہو گیا پس معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ درخت کا لفظ استعارۃً استعمال ہوا ہے کیونکہ دنیا کے پردہ پر کوئی ایسا درخت نہیں جس کا پھل کھانے سے

انسان پر اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہو۔ دوسرے ہم دیکھتے ہیں
کہ نہ اسلامی شریعت میں اور نہ کسی قدیم شریعت میں
کوئی درخت ایسا ملتا ہے جس کے پھل کا استعمال شرعاً
ممنوع ہو تو یہ امر اس امر کے لئے مزید شہادت ہے۔
کہ شجرہ سے مراد اس جگہ درخت نہیں بلکہ استعارۃً
کسی اور چیز کا نام درخت رکھا گیا ہے۔ تیسرے قرآن کریم
فرماتا ہے کہ اس درخت کے قریب جانے سے آدم اور
اس کی بیوی یا اس کے ساتھی ظالم ہو جائیں گے۔ یہ امر
بھی ظاہر کرتا ہے کہ درخت کا لفظ اس جگہ استعارۃً
استعمال ہوا ہے کیونکہ اگر کوئی ممنوع درخت ہوتا تو اس کے
پھل کے استعمال سے وہ گنہ گار تو ہو سکتے تھے ظالم نہیں
ہو سکتے تھے کیونکہ ظلم کا لفظ یا تو شرک کے معنوں میں قرآن
کریم میں استعمال ہوا ہے یا پھر دوسروں کے حقوق کے تلف
کرنے کے معنوں میں۔ چوتھے ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن
کریم فرماتا ہے کہ ایک خاص درخت کی طرف اللہ تعالیٰ
نے اشارہ کر کے آدم کو منع فرمایا کہ اس درخت کے قریب
نہ جانا۔ دوسری طرف فرماتا ہے کہ شیطان کے بہکانے
پر انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ اب اگر یہ ممنوع
چیز ظاہری درخت ہوتا تو یہ قصور آدم کا دیدہ دانستہ
ہو سکتا تھا۔ ایک معین درخت جس سے منع کیا گیا تھا
اس کا پھل کھانا کسی صورت میں بھی غلطی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا
لیکن تیسری طرف ہم قرآن کریم میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں
فَنَسِيَ (طٰہٰ ع ۶) آدم نے اس پھل کو بھول کر کھایا تھا
جان بوجھ کر نہیں کھایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درخت
سے مراد کوئی ظاہری درخت نہ تھا۔ بلکہ کوئی اور چیز تھی۔
جس کے بارہ میں غلطی لگنے کا امکان ہو سکتا ہے اور یہ چیز
معنوی درخت ہی ہو سکتی ہے مثلاً ظلم کا درخت کہ اگر
اس کے قریب جانے سے منع کیا جائے تو یہ کوئی ایسا معین
حکم نہ ہوگا جس میں غلطی نہ لگ سکے۔ یہ بالکل ممکن ہے
کہ ایک شخص کو ظلم سے منع کیا جائے اور وہ اس سے
بچنا بھی چاہے لیکن اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے
جو ہو تو ظلم لیکن وہ شخص اسے ظلم نہ سمجھے۔

غرض ان سب امور سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ
جس چیز سے آدم علیہ السلام کو روکا گیا تھا اسے استعارۃً
شجر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے ورنہ وہ تھی کچھ اور۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں شجرہ کا لفظ
کسی اور معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے یا نہیں یا یہ کہ
استعارۃً کسی اور چیز کو بھی شجرہ کہا گیا ہے یا نہیں۔

شجرہ کا لفظ قرآن کریم استعارۃً اچھی اور بری
[illegible] نسبت استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (ابراہیم ع ۴) یعنی کیا تجھے معلوم
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح پاک بات کی کیفیت پاک
درخت کی مثال سے بیان فرمائی ہے پھر فرماتا ہے۔
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ
(ابراہیم ع ۴) بری بات کی کیفیت برے درخت کی
طرح ہوتی ہے ان معنوں کی رو سے اس درخت کے پاس
نہ جاؤ کے یہ معنے ہوں گے کہ جس طرح اوپر بعض اچھی
باتوں کا ذکر تھا ان کے مدمقابل کاموں سے اللہ تعالیٰ نے
آدم کو منع فرمایا اور چونکہ اس اچھے نظام کو جو اللہ تعالیٰ نے

آدم علیہ السلام کو دیا تھا جنّت یعنی باغ سے مشابہت دی تھی۔ اس نظام کے خلاف جو امور تھے انہیں بھی درخت کے نام سے یاد کیا گیا۔ اور فرمایا کہ جہاں اس جنّت میں رہنے کا تم کو حکم ہے۔ وہاں اس کے خلاف امور سے بچنے کی بھی تاکید ہے تا وہ جنّت ضائع نہ ہو جائے ان معنوں کے رُو سے آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ بعض باریک امور میں آدم علیہ السلام کو غلطی بھی لگ سکتی تھی۔ اور کوئی دوسرا آدمی انہیں دھوکا بھی دے سکتا تھا۔

گو شجرہ سے مراد تمام وہ بدیاں ہو سکتی ہیں جن سے آدم علیہ السلام کو منع کیا گیا تھا۔ مگر اس آیت کے مضمون کے لحاظ سے خصوصیت سے یہ امر اس شجرۂ ممنوعہ میں داخل ہوگا کہ ابلیس اور اس کی ذرّیت سے بچکر رہیں۔ کیونکہ اس نے آدم اور ان کی اولاد کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ (طٰہٰ ع ۷) یعنی ہم نے کہا کہ اے آدم یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی یا ساتھیوں کا دشمن ہے پس اس سے بچتے رہیو ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکال دے۔ تو تم تکلیف میں پڑو۔ اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم کہ ابلیس سے بچتے رہو اس شجرہ کی ایک ضروری شاخ تھی۔ جس کے قریب نہ جانے کا آدم کو حکم دیا گیا تھا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ سلسلہ نسب کو بھی شجرہ کہتے ہیں تو اس موقعہ پر شجرہ کے لفظ کا استعمال نہایت لطیف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابلیس سے بچنے کا حکم جب دیا گیا۔ تو اس کی ذرّیت یعنی اس کے اتباع اس حکم میں شامل تھے۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آدم اور اللہ تعالیٰ کی گفتگو عام انسانی بول چال کی طرح نہیں تھی۔ وُہ لازمًا اسی طرح ہوئی ہوگی جس طرح سب انبیاء کے ساتھ خدا تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے۔ یعنی الہام اور وحی کے ذریعہ سے اور الہام اور وحی میں استعارہ اور مجاز اور تمثیل کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام جمیل و حسین ہوتا ہے اور استعارہ مجاز اور تمثیل کلام کو حسین بنا دیتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک ایسے مقام میں رہنے کا حکم دیا جو نہایت آرام دہ تھا۔ اور بمنزلہ جنّت کے تھا اور ایسی شریعت عطا کی جو اس دنیا کو جنت بنا دینے والی تھی اور ایسی بیوی اور ساتھی بخشے جو مطیع اور فرمانبردار تھے اور ہر قسم کے آرام کا موجب ہو کر اس زندگی کو جنت میں تبدیل کر دینے والے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اب تو اور تیرے ساتھی اس جنت میں رہو اور اسی استعارہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نظام کی خرابیوں اور بُرے ساتھیوں کو ایک درخت قرار دے کر فرمایا۔ کہ ایک طرف تو اس جنّت میں رہنے کا ہم تم کو حکم دیتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مخالف صفات والے درخت سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

غرض شجرہ کا لفظ جنّت کے لفظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے استعمال کیا گیا۔

اچھے نظام اور عمدہ ساتھیوں کو جنت کہکر جو بہت سے درختوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور بری باتوں اور برے ساتھیوں کو شجرہ کہکر جس کے معنے ایک درخت کے ہیں مندرجہ ذیل امور کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا گیا ہے (۱) آدم کو جو تعلیم دی گئی ہے اس میں اشیاء کی حلت اصل ہوگی اور حرمت کے احکام محض ضرورتاً دیئے جائینگے اور اس طرح حلال اشیاء حرام اشیاء کے مقابلہ پر بہت زیادہ ہونگی (۲) آدم کی جماعت غالب آجائیگی اور تعداد میں بڑھ جائیگی اور اس کے دشمن قلیل ہونگے حتٰی کہ اگر آدم کے نظام اور اسکی جماعت کو ایک باغ کا نام دیا جا سکے گا تو اسکے دشمنوں اور انکے نظام کو ایک درخت کہا جا سکے گا۔ جس کا سایہ محدود ہوتا ہے۔ اور پھیلاؤ تنگ ٭ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۳۷)

احمد ندیم احمد

غزل

دل اسی سے لگا لیا مَیں نے
اپنے خالق کو پا لیا مَیں نے

یاد آتی ہے ہر گھڑی اُس کی
دل کا کعبہ بسا لیا مَیں نے

کچھ نہ پوچھو کہ مَیں نے کیا پایا
دردِ الفت سے کیا لیا مَیں نے

مل گیا مجھ کو گوہرِ مقصود
گوشۂ دل سجا لیا مَیں نے

اس کی تعریف مجھ سے کیا ہوگی
دل میں اس کو بسا لیا مَیں نے

اب نہ مرنے کا خوف باقی ہے
مقصدِ زیست پا لیا مَیں نے

کوئی سنتا ہے یا نہیں سنتا
اپنا قصہ سُنا لیا مَیں نے

اپنے محبوب کی عنایت کو
یاد کرکے مزا لیا مَیں نے

سورۃ بقرہ کی پہلی سترہ آیات کی مختصر تفسیر

نوٹ:۔ یہ تفسیر محترم سید محمود احمد صاحب ناصر نے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۳۴۸ھش کے موقعہ پر پیش فرمائی تھی ——————— (ادارہ)

——————— (ملخص از تفسیر کبیر) ———————

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

مَیں اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے پڑھتا ہوں۔

الٓـمّٓ۔ یہ کتاب اس خدا کی طرف سے آئی ہے جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور چونکہ وہ انسان اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے اس لئے اس کی طرف سے آنیوالی کتاب ہی انسان کی صحیح راہنمائی کر سکتی ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ۔ اور یہ ایک ہی کامل کتاب ہے۔ دنیا میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں مگر وہ سب ناقص ہیں کامل کتاب صرف یہی ہے اور اس وجہ سے ان کتابوں کی موجودگی میں اسے اتارا گیا ہے اور یہ اس دعا کی قبولیت کے طور پر بھیجی گئی ہے جو انسان فطرتاً خدا تعالےٰ سے سیدھا راستہ دکھانے کے متعلق مانگتے ہیں جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں مذکور ہے۔ اور یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ پہلی الہامی کتابوں میں دیا گیا تھا۔

لَا رَیْبَ فِیْہِ:۔ اس کتاب میں کوئی شبہ والی بات نہیں بلکہ اس کی ہر تعلیم سچی اور صداقت پر مبنی ہے نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جو افراد و اقوام کے لئے تکلیف کا باعث بنے اور ان کو تنزل کی طرف لے جائے بلکہ اس کی ہر تعلیم روحانی سرفرازی اور بلندی کی طرف لیجانیوالی ہے پھر اس کتاب میں کسی وجود پر ناواجب الزام بھی نہیں لگایا گیا نہ خدا پر نہ فرشتوں پر۔ نہ انبیاء پر اور نہ ہی فطرتِ انسانی پر۔ دوسری کتابوں میں ان وجودوں پر الزام تراشی کی گئی ہے مگر یہ کتاب اس غلطی سے پاک ہے اس کتاب میں ہر اس وجود اور چیز کو جس کا ذکر مذہبی تعلیم کے دائرہ میں آتا ہے اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے لہذا سابقہ کتابوں کی موجودگی میں اس کتاب کے نزول کی ضرورت موجود ہے۔

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے لائحہ عمل ہے جو اپنے گناہوں سے اور خدا کے عذاب سے پوری کوشش اور احتیاط سے بچتے ہیں اور اس غرض کے لئے خدا تعالےٰ کو اپنی ڈھال اور حفاظت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ان متقیوں کو یہ کتاب صرف صحیح راستہ ہی نہیں

دکھاتی بلکہ صحیح راستہ پر چلا کر انہیں منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ:۔ یہ لوگ وہ ہیں جو مذہب کی پیش کردہ تمام پوشیدہ صداقتوں اور ہستیوں ۔ خدا، ملائکہ، انبیاء، الہامی کتب اور آخرت ۔۔۔ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا ایمان تاجرانہ ذہنیت کے ساتھ فوری منفعت کے خیال سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ صداقت اور اچھے اعمال کی تعلیم کے دیرپا اور دوررس نتائج کی توقع رکھتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔ خواہ وقتی طور پر انہیں کچھ قربانی ہی کیوں نہ کرنا پڑے ان لوگوں کا ایمان صرف دکھاوے کا نہیں ہوتا بلکہ دوسرے مومنوں کی غیر موجودگی میں بھی وہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ۔ یہ لوگ مستقل طور پر بلاناغہ تمام مقررہ شرائط کی تعمیل کرتے ہوئے پوری توجہ اور احساس کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی تلقین کرکے باشرائط اور باجماعت نماز کی عادت کو رائج کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو مال و علم طاقت رسوخ اور جسمانی اور دماغی قویٰ میں سے دیا ہے ان میں سے ہر ایک چیز کا کچھ حصہ خدا کے رستہ میں اور بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے صرف کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔ یہ لوگ اس رسالت پر جو آپؐ پر نازل ہوئی پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ کامل طور پر متقی بننے کے لئے صرف اجمالی طور پر نیک نیت ہونا کافی نہیں۔ بلکہ صحیح طریق عمل معلوم کرکے اس پر چلنا بھی ضروری ہے۔ اور وہ صحیح طریق عمل یہ قرآن ہے جو آپؐ پر نازل ہوا۔

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ اور یہ لوگ اس رسالت پر جو آپؐ سے پہلے نازل ہوئی اجمالی طور پر ایمان رکھتے ہیں اور اس طرح ہر ملک و ملت کے سابقہ انبیاء کو سچا مان کر مختلف اہل مذاہب کے درمیان منافرت دور کرکے امن و وداد کا رشتہ قائم کرتے ہیں۔ نیز اس طرح خدا تعالیٰ کو صحیح معنوں میں رب العالمین کی صفت سے متصف کرکے اور اس کو بلاتمیز ہر ملک و ملت میں نذیر و ہادی بھیجکر روحانی تربیت کا انتظام کرنے والا مان کر اس کی محبت میں ترقی کرتے ہیں۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اور آئندہ زمانہ میں نازل ہونے والی مبشرات پر بھی انہیں یقین ہے اور مستقبل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس برکت کے نزول کا یقین ان کے دلوں میں نیک اعمال بجالانے کا جوش و ولولہ قائم رکھتا ہے اور اس اعلیٰ روحانی انعام کی امید میں

ان کی ہمتیں بلند رہتی ہیں اور یہ لوگ آخرت
کے دن پر پختہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ - یہی لوگ جو
تقویٰ کی مندرجہ بالا شرائط پر عمل کرتے ہیں
اپنے رب کی طرف سے جو تدریج اپنے بندوں
کی روحانی و جسمانی تربیت کرتا ہے۔ آئی
ہوئی ہدایت پر قائم ہوتے ہیں۔ اور بتدریج
ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہدایت
پر سواری کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ
انہیں منزل مقصود یعنی وصل الٰہی کی طرف
تیزی سے لئے چلی جاتی ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؛ - اور یہی لوگ اپنی
مراد کو جو ان کے رب کا قرب ہے پا لینے
والے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے
والے ہیں۔ عارضی طور پر دنیوی تکالیف ان
پہ آتی ہیں مگر ان کا مقصود تو خدا تعالےٰ کا
قرب اور اس کی بھیجی ہوئی سچائی کی اشاعت
ہوتا ہے جس میں وہ کبھی کامیاب نہیں
رہتے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - مذکورہ بالا لوگ تو وہ
تھے جو قرآن شریف پر عمل کر کے ہدایت میں
ترقی کرتے ہوئے اپنے روحانی سفر کو کامیابی
سے طے کر لیتے ہیں مگر ان کے بالمقابل کچھ
اور لوگ ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم کو سُنکر
اعراض کرتے ہیں اور اس پر سنجیدگی سے
غور نہیں کرتے بلکہ اس کے انکار پر باوجود براہین قسم
کے دلائل مہیا ہونے کے مصر رہتے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔
یہ ایسے لوگ ہیں کہ آپؐ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا
ان کے لئے برابر ہے آپؐ ان کو وعظ کریں
یا نہ کریں ان کے لئے یکساں ہے کیونکہ وہ
سننا ہی نہیں چاہتے اور نہ ہی نصیحت کی
طرف توجہ کر کے اپنے دل میں خدا تعالےٰ کی
خشیت پیدا کرتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ - جب تک ان کی یہ کیفیت قائم ہے
اور اس کو وہ بدلتے نہیں اس وقت تک وہ
ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان اس کو نصیب
ہوتا ہے جو دلائل و براہین سے فائدہ اٹھانے
کی کوشش کرتا ہے جو لوگ باوجود دلائل
مہیا ہو جانے کی صداقت کو قبول کرنے سے
انکار کرتے چلے جاتے ہیں ان کو ایمان نصیب
ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ
وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ - چونکہ یہ کفار
قلوب کی نظر سے کام نہیں لیتے رہے۔ اسلئے
ان کے قلوب کی بینائی جاتی رہی ہے۔ اور
چونکہ باوجود کان رکھنے کے اسلام کی صداقت
کے دلائل نہیں سنتے اور باوجود آنکھیں رکھنے
کے نشانات اور واقعات نہیں دیکھتے رہے
اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دین کی طرف سے

کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتی ۔ لیکن بہت سے لوگ یہ کہتے
ہیں کہ جی ہم ہتھوڑوں کو یہ توفیق دے دی ۔ اگرچہ وہ اس
کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ لیکن اس حقیقت
سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے ۔ حقیقت یہ ہے کہ
ہتھوڑوں کو توفیق تو وہی دیتا ہے ۔ اس کے ساتھ اگر
اللہ تعالیٰ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں گنا اپنی
قدرت بیچ میں نہ ملاتا تو وہ نتیجہ نہ نکلتا ۔ جو آج ہمیں
نظر آرہا ہے ۔ ساری دنیا ہماری مخالف ہے ۔ اور
ساری دنیا میں ہم خدا تعالیٰ کے نام کی آواز کو بلند
کرنے کے لئے اور ساری دنیا کے دلوں میں ہم حضرت
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت گاڑنے کے لئے
پھر رہے ہیں ۔ ربوہ کی گلیوں میں بعض نوجوان پھرتے
ہیں ۔ آپ ان کے پاس سے گذر جاتے ہیں ۔ مگر آپ
کے دل میں ان کی کوئی قدر پیدا نہیں ہوتی ۔ لیکن
جب جماعت ان کو باہر بھیج دیتی ہے ۔ مثلاً افریقہ کے
کسی ملک میں اور جب وہ وہاں پہنچکر اسلام کی تبلیغ
کا کام شروع کرتے ہیں اور وہاں سے رپورٹیں آتی ہیں
کہ یوں وہاں کے پریذیڈنٹ نے محبت اور عزت کا
سلوک کیا ۔ تو پھر دیکھنے والی آنکھ اندازہ کرتی ہے
کہ اللہ تعالیٰ کس قدر محبت اور پیار کرنے والا ہے
اور کس طرح ذرۂ ناچیز کو جب اپنے ہاتھ میں لیتا ہے
تو اس کے ذریعہ سے اپنی قدرت کو ظاہر کرتا ہے ۔ پس
دنیا کی نظر سے وہ ذرہ پوشیدہ ہو جاتا ہے ۔ دنیا
کو تو اللہ تعالیٰ کی وہ انگلیاں نظر آرہی ہوتی ہیں جن
سے اس "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا نور
پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہوتا ہے اور دنیا کی آنکھیں
چندھیا رہی ہوتی ہیں ۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر تو کوئی بات
ہو نہیں سکتی ۔ اور اللہ تعالیٰ کا اب تک یہ فضل رہا
ہے امید ہے کہ انشاء اللہ ایک لمبے عرصے تک
یہ فضل رہے گا ۔ اور یہ جماعت سرداروں اور قائدین
کی جماعت رہے گی ۔ اس جماعت میں کسی خاندان
کی اجارہ داری مقرر نہیں کی گئی ۔ اس میں ایک ہی
اصول مقرر کیا گیا ہے جسے قرآن کریم نے اِنَّ
اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات
آیت ۱۴) کے الفاظ میں بتایا تھا ۔ پس جو تقویٰ
کے علاوہ کسی اور عزت کا خواہاں ہے وہ جاہل
ہے یا وہ مفسدانہ خیالات رکھنے والا ہے ۔ اللہ تعالیٰ
اس سے محفوظ رکھے ۔ غرض تقویٰ ہی میں ساری عزت
ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی
چیز کے قابل نہ سمجھے اور خود کو خدا تعالیٰ کی پناہ میں
لے آئے اور اسی سے طاقت حاصل کرکے اپنا کام کرے
اور اسی سے علم پا کر بولے ۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھے
اور ساری دنیا کو ایک مردہ کیڑے کی طرح خیال
کرے اور اپنے نفس کو بھی ان مردہ کیڑوں میں سے
ایک کیڑا سمجھے ۔ اور فخر اور عجب اور تکبر اور ریاء
اپنے دل کے اندر پیدا نہ ہونے دے تب جا کر
انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کی نگاہ کا مورد بنتا ہے
اس کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پا ہی نہیں
سکتا ۔ ایسے ہزاروں لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ کا

اور جس نے اپنی دولت کا نصف حصہ اسلام کی مخالفت میں خرچ کر دیا اس سے خدا کا مؤاخذہ بھی زیادہ ہوگا بہ نسبت امارت اور غربت کے درمیان بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یعنی غریب لوگ کم نسبت سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان پر اور بڑا بار ہوتا ہے۔ پس دیکھنے والا کہے گا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ بڑا امیر آدمی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص پر میں نے دولت کے دروازے کھولے گئے ہیں وہ محبت اور پیار کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ اس کی آزمائش کے لئے ہیں اور اس میں اس کے لئے ایک ابتلاء ہے اور یہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتا اور مجھ سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں اور بھی زیادہ غرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن ایک دوسرا شخص ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ دولت اتنی دیتا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ وہ ساری دولت لا کر خُدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ اپنے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ اس کا سارا توکل اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ تاریخ میں حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی مثالیں بھی ہیں اور آپ* سے پہلے کے زمانہ کی مثالیں بھی ہیں کہ کئی لوگوں نے باوجود بڑے دولت مند ہونے کے ساری کی ساری دولت اسلام کی راہ میں قربان کر دی۔ یہ لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں ایک کھیلا ہاتھ میں لئے اور ایک جوڑا کپڑے پہنے دنیا میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کئی ایک بڑے امیر بھی تھے لیکن وہ اسلام کی تبلیغ کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں نکل گئے۔ ان کے دلوں میں یہی خیال تھا کہ یہ دولت تو آنی جانی چیز ہے اس کو چھوڑو۔ جہاں کی یہ ہے وہیں رہنے دو۔ چلو ہم ساری دنیا میں جا کر خدا تعالیٰ کا نام بلند کریں۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا۔ تدبیر کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی نکالتی ہے پس تدبیر تو ہم کرتے ہیں لیکن نتیجہ خدا تعالیٰ نکالتا ہے۔ آخر یہ ساری تنظیمیں کوئی خدام الاحمدیہ کی شکل میں اور کوئی لجنہ اماء اللہ کی شکل میں تدبیر ہی ہیں۔ لیکن ان تنظیموں کی کوششوں کا نیک نتیجہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکلتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو جذب کرنے کے لئے ایسی دعا کی ضرورت ہے جو نہایت متضرعانہ ہو اور خود پر ایک موت وارد کرنے کے بعد کی جائے۔ جب انسان فنا کی راہوں کو اختیار کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس نیستی میں اپنی قدرت کے جلوؤں کو ظاہر کرتا ہے۔

غرض نیستی کی راہوں کو اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرنا چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ انشاء اللہ ہر نئے دور میں پہلے سے زیادہ ترقی کرتی چلی جائیگی۔ جب تک اس مجلس کا کام ختم نہیں ہوجاتا (تین سو سال تک یا ہزار سال تک یا دو ہزار سال تک اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے)۔ یہ آگے ہی آگے بڑھتی چلی جائے گی۔ لیکن ہماری دعائیں بھی یہی ہیں اور ہماری کوششیں بھی یہی ہیں کہ اس کا ہر قدم پہلے سے

* حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں بھی ایسی مثالیں ہیں۔

ان کی یہ حسیں بے کار ہو گئی ہیں۔ ہدایت کے یہی تین بڑے ذریعے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسے دل دیئے تھے جو حق و باطل میں تمیز کرتے تھے اگر یہ قوتِ فکریہ سے کام لیتے تو اسلامی صداقتوں کا چشمہ ان کے دلوں سے پھوٹ پڑتا اگر دلوں سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا تھا تو ان دلائل کو سنتے جو اسلام نے پیش کئے ہیں اس طرح بھی ان کو ہدایت مل سکتی تھی۔ اور اگر کانوں سے سنکر اسلام کی صداقت کا فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل کو ہی دیکھتے کہ خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا معاملہ کر رہا ہے مگر انہوں نے یہ بھی نہ کیا اب انہیں ہدایت نصیب ہو تو کیسے جو ان تینوں طاقتوں کے استعمال کرنے کیوجہ سے اب تو وہ طاقتیں ہی ضائع ہو گئی ہیں۔

اور خدا تعالیٰ نے جو اعمال کا آخری اور لازمی نتیجہ نکالتا ہے ان کے اعمال کے نتیجہ میں نہ کہ جبرًا صداقت پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں پر کلام الٰہی کو سنکر نہ ماننے کی وجہ سے ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور معجزات کو دیکھکر جو کلام الٰہی کے بعد آہستہ صداقت کے ثبوت کے لئے نازل ہوتے ہیں فائدہ نہ اٹھانے کے سبب ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور مومنوں کے مقابل پر جو خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر سوار ہو کر خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے دیدار سے محروم کئے جائیں گے اور اس سے بڑھکر عذاب اور کیا ہو سکتا ہے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔

مذکورہ بالا مومنوں اور پختہ کافروں کے علاوہ قرآن شریف سے تعلق کے ضمن میں کچھ اور لوگ بھی ہیں جو شمار تو انسانوں میں ہوتے ہیں۔ مگر انسانیت کے جامہ کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے کہ جس بات کو سچا سمجھیں ظاہرًا بھی اس پر کاربند رہیں ظاہر میں تو وہ مسلمانوں میں شامل ہیں لیکن ان کے دل میں اسلام کی صداقتوں پر پورا یقین نہیں۔ وہ منہ سے تو کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ کیونکہ اسلام کے نزدیک مومن ہونے کے لئے دلی یقین شرط لازم ہے اور مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائیں۔ اور ان کے دل میں بعد میں بھی کوئی شبہ نہ پیدا ہو اور وہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کریں۔ پس جو شخص دلی سنجیدگی سے نہیں بلکہ دھوکہ دینے کی غرض سے یا کسی جبر کے ماتحت ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ وہ مومن نہیں۔

پیدا ہوا ہے اور وہ اپنی اپنی جگہ خاموش زندگی گذار رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں جن کو دنیا پہچانتی ہی نہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ بھی ان کو نہیں پہچانتے لیکن خلیفۂ وقت اور جماعت تو ایک ہی وجود کا نام ہے اس لئے خلیفۂ وقت کو تو پتہ ہوتا ہے۔ کہ یہ بے نفسی کے لحاظ سے کون اور کس مقام کا انسان ہے۔

پس اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی ہوئی ہے اس رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور بہتوں نے حاصل کی ہے اور کرتے رہیں گے اس کی تو فکر نہیں یعنی یہ ڈر نہیں کہ ایسے لوگ کہاں سے پیدا ہوں گے۔ لیکن جو تدبیر اور کوشش ہے وہ ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو اسباب کی دنیا بنایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا تدبیر کی دنیا ہے۔ کیونکہ اسباب کی دنیا میں بہر حال تدبیر کرنی پڑتی ہے۔ جہاں اسباب کی دنیا نہیں وہاں تدبیر کوئی نہیں۔ مثلاً فرشتوں کو کوئی تدبیر نہیں کرنی پڑتی۔ اور اسباب کی دنیا سے مراد در اصل یہ ہے کہ دنیا اسباب کی ہو۔ اور دل میں یہ احساس ہو کہ یہ اسباب کی دنیا ہے اس لئے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ جانور اس طرح کی تدبیر نہیں کرتے۔ یہ صحیح ہے کہ انسان کی طرح جانور تدبیر نہیں کرتے لیکن کچھ نہ کچھ تدبیر ان کو بھی کرنی پڑتی ہے۔ لیکن ان کو تو یہ احساس ہی نہیں کہ یہ اسباب کی دنیا ہے اور یہاں کوئی تدبیر ہونی چاہیئے۔ ان کے اندر تو فطرتی جذبہ پایا جاتا ہے۔ میں نے پہلے بھی ایک جگہ بتایا تھا کہ ایک بُوٹی ہوتی ہے بکری اس کے پاس سے گذرتی ہے۔ وہ اُسے سونگھتی ہے مگر تیوڑی چڑھاتے ہوئے پرے ہٹ جاتی ہے۔ وہ فطرتاً یہ سمجھتی ہے کہ یہ میرے کھانے کی چیز نہیں ہے اس کے پیچھے پیچھے بھیڑ آ رہی ہوتی ہے۔ وہ بھی اس بُوٹی کو سونگھتی ہے تو اس کے چہرے پر بشاشت آ جاتی ہے اور وہ بڑے شوق سے اسے کھانے لگ جاتی ہے پس ان کے اندر تو ایک اور قانون جاری کر رکھا ہے۔ لیکن جہاں اسباب کی دنیا ہے۔ وہاں تدبیر کرنی پڑے گی۔ لیکن جو تدبیر کرنی پڑے گی۔ وہ کامیاب صرف اس وقت ہو سکتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو۔ دنیوی لحاظ سے تدابیر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے کہ جو لوگ مذہب سے دور چلے جائیں گے اور اس ابتلاء اور امتحان کی دنیا میں اپنے آپ کو غرق کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم ان کے لئے ابتلاء کے سامان پیدا کر دیں گے: اور یہ دنیا ان کو دے دیں گے۔ ایک ایسا شخص جو اسلام کی مخالفت میں دولت کی قربانی کر رہا ہے۔ عیسائیوں میں ایسے بہت لوگ ہیں۔ اس کو جتنی زیادہ دولت ملیگی اتنا ہی وہ زیادہ اسفل السافلین کا مصداق بنے گا۔ یعنی اس کا اس طرح اپنی دولت کو خرچ کرنا جہنم میں ٹھکانا بنانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جس شخص نے اپنی دولت کا ایک حصہ اسلام کے خلاف استعمال کیا۔ اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو کروڑ پتی تھا

زیادہ آگے بڑھنے والا ہو۔ اور ہر نیا دور پہلے دور سے زیادہ بلندیوں کو حاصل کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ پر ہمیں یہی بھروسہ ہے کہ وہ اپنے فضل سے ایسا ہی کرے گا۔ اور ہم جو اس کے نہایت ہی عاجز بندے ہیں۔ ہماری کوششوں میں وہ برکت ڈالے گا۔ اور ہماری دعاؤں کو وہ قبول فرمائے گا اور اس کے نتیجہ میں ہمارے کاموں میں وہ عظمت اور وہ شان پیدا ہو گی اور ہماری کوششوں کے وہ بہترین نتائج نکلیں گے۔ جو دنیا کے لئے معجزات بن کر ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین ؛

ذرا اپنا جائزہ لیجئے

کہ

- ○ کیا آپ دن میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں؟
- ○ کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟
- ○ کیا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی کوئی کتاب ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ ہے؟
- ○ کیا آپ نے کسی دوست تک احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے؟
- ○ کیا آپ نے کسی ضرورت مند کی مدد کر کے خدمت خلق کا فریضہ سرانجام دیا ہے؟
- ○ کیا آپ خدام الاحمدیہ کی مقامی تنظیم سے پوری طرح تعاون کر رہے ہیں؟
- ○ کیا آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا تمام چندے ادا کر دیئے ہیں؟

ایک حقیقی خادم کی طرف سے

ان سب سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو کوشش کریں۔ کہ آپ اپنے آپ کو اس ابتدائی معیار پر لا سکیں۔

یاد رکھئے کہ آپ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ایک ممبر ہیں۔ صحیح معنوں میں احمدیت کے خادم بننے کی کوشش فرمائیں!!

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - یہ لوگ ایمان
کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ مگر ایمان وہی کارآمد ہوتا
ہے جو نیک نیتی اخلاص اور صداقت پر مبنی ہو
ان لوگوں کا ایمان تو محض ایک دھوکہ دینے کی
کوشش ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اور ان لوگوں کو
جو ایمان لائے ہیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اور
دین کے معاملہ میں فساد کرنے اور اس کے رستہ
میں روکیں ڈالنا چاہتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ - مگر واقع میں
اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے۔ اور ان کے
غیر مخلصانہ اعمال خود ان کے لئے وبال بن جائیں گے
کیونکہ جو شخص دھوکے سے کام لیتا ہے بالآخر
اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور وہ دنیا و
آخرت میں ذلیل ہوتا ہے پس جبکہ وہ سمجھ رہا
ہوتا ہے کہ میں دوسروں کو دھوکہ دے رہا ہوں
وہ درحقیقت اپنے نفس کو دھوکہ دے رہا ہوتا
ہے اور خود اپنی تباہی کے سامان کر رہا ہوتا ہے۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ - افسوس کہ یہ لوگ اپنی باطنی حس
سے بھی کام نہیں لیتے۔ اور نہیں جانتے کہ منافقت
اور دھوکہ بھی ان افعال قبیحہ میں سے ہے جن
کو فطرت صحیحہ رد کرتی ہے اور کسی دوسرے
شخص کے بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ - ان کا فطرت صحیحہ کے
مطابق کام نہ کرنا بتاتا ہے کہ ان کے دل مریض
ہیں اگر دل میں مرض نہ ہوتا تو کم از کم یہ ان
باتوں کو تو محسوس کرتے جو فطرت صحیحہ سے پیدا
ہوتی ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں بزدلی۔ نفاق
اور قوت فیصلہ نہ ہونے کی بیماری ہے۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا - اور چونکہ یہ بیماری
خدا تعالیٰ کے احکام اور قوانین کی خلاف
ورزی کا نتیجہ ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے
جو لوگوں کے اعمال کے نیک و بد نتائج مرتب
فرماتا ہے ان کو ان کی اس بیماری میں اور
بھی بڑھا دیا۔ نیز خدا تعالیٰ روز بروز مسلمانوں
کی ترقی اور طاقت بڑھاتا چلا جاتا ہے جس کے
نتیجہ میں منافقوں کو اپنے دلی عقیدہ کے
خلاف ان کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کی
وجہ سے اور زیادہ نفاق سے کام لینا پڑتا
ہے۔ مزید برآں خدا تعالیٰ اسلامی شریعت
کو آہستہ آہستہ نازل کرتا چلا جاتا ہے اور
جوں جوں احکام اور مسائل بڑھتے جاتے ہیں
منافقوں کا نفاق بھی زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے
اور ان کی جلن گھبراہٹ اور بزدلی میں بھی اضافہ
ہوتا چلا جاتا ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ -
اور اُن کو ان کے جھوٹ بولنے کے سبب سے
ایک دردناک عذاب پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ
اسلام کا کھلے طور پر مقابلہ کر کے اپنے دل کا
بخار بھی نہیں نکال سکتے بلکہ وہ اپنے اندرونہ
کو چھپاتے اور اندر ہی اندر کڑھ کڑھ کر مرتے ہیں

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔
جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد نہ کرو۔ تم کبھی مومنوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے ہو۔ کبھی قومی گنہ گاروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہو۔ کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جھوٹے اعتراضات مشہور کرکے آپ کا احترام کم کرنا چاہتے ہو۔ کبھی مشکلات کے وقت میں مسلمانوں میں بزدلی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ کبھی بیرونی دشمنوں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہو۔ کبھی جھوٹی سچی افواہیں مشہور کرکے مسلمانوں کو ڈرانے اور بے اطمینانی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو تم اپنی ان حرکات سے باز آؤ۔

قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ تو وہ ہمیشہ اپنے گندے اعمال کو چھپانے کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ جس سے ان کے اعمال بظاہر نیک نظر آئیں وہ کسی موقعہ پر غریبوں کی امداد کا بہانہ۔ کسی موقعہ پر مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کا بہانہ اور کسی موقعہ پر دشمن کا جوش ٹھنڈا کرنے کا بہانہ بنا کر جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کی خاطر یہ سب کام کرتے ہیں مصلح تو ہم ہیں۔ اور فساد کرنے والے دوسرے مسلمان"۔

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔ سنو! یہ منافق ہی در اصل فساد کرنے والے ہیں اور الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔ یہ قسم قسم کے فساد کرتے ہیں اور اپنے مفسدانہ اعمال کی کوئی نہ کوئی نیک توجیہہ پیش کر دیتے ہیں لیکن نیک توجیہہ برے کام کو اچھا نہیں بنا دیتی۔ اگر کوئی شخص کسی جماعت کے نظام یا عقیدہ سے خوش نہ ہو، تو اس کا فرض ہے کہ اس سے جدا ہو جائے نہ کہ اس میں رہ کر اس میں فساد کرنے کی کوشش کرے

وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ مگر یہ منافق مفسدانہ طرز عمل رکھتے ہیں۔ اور شعور سے کام نہیں لیتے اگر یہ شعور سے کام لیں۔ اور ظاہری توجیہوں کی بجائے اپنے دلوں کو پڑھنے کی کوشش کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے اعمال اصلاح کے خیال سے نہیں بلکہ بزدلی اور جماعت سے اختلاف رکھنے کے باعث ہیں اور اس طرح ان کو اپنی بیماری کا علم ہو جائے۔ مگر وہ اپنے دل کے خیالات کو بھی صحیح طور پر پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور اس طرح دوسروں کو دھوکہ دینے کے بجائے اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔
جب مسلمان ان منافقوں سے کہتے ہیں کہ جس طرح دوسرے شریف آدمی ایمان لاتے ہیں۔ اور اپنے عہد پر پختگی سے قائم ہیں تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ یہ کیا طریق ہے کہ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر۔ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۔

تو منافق اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جن لوگوں کی طرح ایمان لانے کا تم ہم کو مشورہ دیتے ہو۔ وہ تو کم عقل ہیں اور اپنی جانوں اور مالوں کو بے دریغ لٹا رہے ہیں کیا تم چاہتے ہو کہ ہم بھی ان کی طرح بے عقل ہو جائیں۔ ایک مٹھی بھر آدمی ہیں اور ساری دنیا سے مقابلہ شروع کر رکھا ہے ان کو چاہیئے تھا کہ سمجھ سے کام لیتے اور سب سے تعلقات بنا کر رکھتے۔ جس طرح ہم سب سے تعلقات بنا کر رکھتے ہیں۔ ہم ہوشیار ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ بھی بنا کر رکھتے ہیں۔ اور کفار سے بھی۔ اس طرح ہم دونوں طرف کے خطروں سے محفوظ ہیں۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔

سُنو! یہ منافق ہی دراصل بیوقوف ہیں اور یہی اپنے اموال اور جانوں کا نقصان کر رہے ہیں۔ کیونکہ نہ کفار نے فتح پانی ہے کہ ان کے ساتھ تعلق ان کے لئے مفید ہو اور نہ مسلمانوں نے ہارنا ہے کہ ان سے بگاڑ انہیں فائدہ پہنچا سکے۔ لیکن چونکہ یہ آئندہ کی بات ہے اس لئے یہ جانتے نہیں اور خدا تعالےٰ پر ایمان نہیں کہ اس کی پیشگوئیوں کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھ سکیں۔ حالانکہ اگر یہ حقیقت کو جانتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اپنے موجودہ طریق عمل سے ہی یہ اپنے مالوں اور جانوں کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ کیونکہ اصل بات یہی ہے کہ فتح تو جاہدوں اور قربانی کرنے والوں کا حق ہوتا ہے اور سچا مومن دنیا میں سب سے زیادہ بہادر ہوتا ہے کیونکہ اس کی نظر آسمان کی طرف ہوتی ہے نہ کہ زمین پر۔ جو قوم سچی قربانی سے ڈرتی ہے۔ وہ تباہ ہوتی ہے اور جو اپنے مالوں کو سنبھال کر رکھتے ہیں وہ انہیں ضائع کرتے ہیں۔ لیکن جو انہیں صحیح طور پر خرچ کرتے ہیں ان کے مال ہزاروں گنا بڑھ کر واپس آتے ہیں۔ منافق اپنے مال اور اولاد پر ناز کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے مال بھی محفوظ ہیں اور جانیں بھی کیونکہ وہ اپنی اولاد کو جہاد پر جانے نہیں دیتے لیکن مسلمان ان کے اس فخر سے دھوکہ نہ کھا دیں۔ کیونکہ گو بظاہر منافق مالدار ہیں اور بظاہر ان کی اولادیں گھروں میں آرام سے زندگی بسر کر رہی ہیں لیکن خدا تعالےٰ ان کو ان کے مالوں اور اولادوں کے ذریعہ سے اس دنیا میں عذاب دے گا۔ اور دُنیا میں ذلت کے بعد ایک دن کفر کی حالت میں یہ اس دنیا سے چل بسیں گے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔

جب کبھی وہ ان لوگوں سے ملیں جو ایمان لائے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس رسولؐ کو مانتے ہیں

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۔ اور جب کفار اور منافقین کے بڑے بڑے سرداروں سے چوری چھپے ملتے ہیں اور ان کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں

ہیں۔ اور کبر و نخوت کے باعث خدا تعالٰے سے دور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے سے نفور ہیں اور اپنے زیر اثر لوگوں کو بھی حضورؐ کے پاس آنے نہیں دیتے۔ جب ان سرداروں سے منافق علیحدگی میں ملیں تو کہتے ہیں کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں"۔

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ - "ہم تو صرف مسلمانوں سے ہنسی کر رہے ہیں اور جب بھی مسلمانوں سے ملتے ہیں استہزاء کے طور پر ہی ملتے ہیں"۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ - اللہ تعالیٰ ان کے استہزا کی ان کو سزا دیگا۔ اور باوجود ان کی شرارتوں کے اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دے رہا ہے کہ وہ سنبھل جائیں اور توبہ کر لیں مگر نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرکشی میں اور زیادہ بھٹکتے پھرتے ہیں اور جن شرارتوں میں وہ پڑے ہوئے ہیں بلا سوچے سمجھے انہیں میں بڑھتے جاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خرید لی ہے وہ فطرت صحیحہ اور اعلیٰ قوٰی جو خدا تعالٰے نے ان کی طبیعت میں رکھ کر ان کو دنیا میں بھیجا تھا۔ ان کو انہوں نے بری تربیت اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ضائع کر کے اور برے طریق پر استعمال کر کے اپنی فطرتی ہدایت کو قربان کر دیا ہے اور ان پاک قوٰی کو جو ان کی ترقی کے لئے ان کو دیئے گئے تھے۔ برے مواقع پر استعمال کر کے ان سے گمراہی اور ضلالت حاصل کر لی ہے خدا تعالٰے نے ان کو نیکی اور بدی کے امتیاز کی مقدرت اور اختیار دیا تھا۔ اور اپنے نبیؐ کے ذریعہ ان کے پاس نیکی کی تعلیم اور ہدایت بھیجی تھی۔ مگر انہوں نے خدا تعالٰے کی بھیجی ہوئی ہدایت کو چھوڑ دیا اور شیطان اور ان کے چیلوں کی پیش کی ہوئی گمراہی کو اختیار کر لیا۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ انہوں نے اپنے خیال میں ایک مفید تجارت کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نیک فطرت کو ترک کر کے بری باتوں کو اختیار کر لیا ہے اور خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیم کو چھوڑ کر شیطانی باتوں کو اختیار کر لیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن ان کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ اور یہ سودا انہیں بہت مہنگا پڑے گا۔

وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ - وہ صرف یہی نقصان نہیں اٹھائیں گے کہ دنیا میں ذلیل ہوں گے اور نقصان اٹھائیں گے۔ بلکہ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ وہ ہدایت سے محروم رہیں گے اور ان کی عاقبت بھی خراب ہوگی گویا ان کے اس فعل کا فوری نتیجہ بھی انکے حق میں اچھا نہیں ہوگا اور اسکے دیرپا نتائج بھی ان کیلئے مضر ثابت ہونگے۔

حمید بن نظام جان

مہدئ دوراں کا ظہورِ جمالی

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

قوموں، تہذیبوں اور مذاہب پر عروج اور زوال کی کہانی بہت پرانی ہے اور اسی عروج و زوال کا نام انسان نے تاریخ رکھا ہے۔ ہر قوم کو اللہ تعالیٰ نے ایک معین وقت دیا اور وہ اپنی تہذیب کے نشاں ثبت کرتی ہوئی زوال پذیر ہو کر یا تو پست اقوام میں جا پڑی یا دفن ہو کر مٹ گئی۔ ہر مذہب اپنے اصولوں کو لے کر میدان میں آیا متعلقہ قوموں میں زندگی کی حرارت پیدا کی اور ترقی کرتے ہوئے انسان اور بدلتے ہوئے زمانہ سے پچھاڑ کھا کر بے اثر ہو گیا۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب اور انسان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان مذہب کے بغیر کچھ بھی نہیں اسی لئے وہ مُردہ مذہب کو بھی گلے کا ہار بنانے پر ہمیشہ مجبور رہا اپنے مذہب سے ہمیشہ چمٹا رہا۔ خواہ عملی طور پر اس نے مذہب کو ترک ہی کیوں نہ کر رکھا ہو۔ یا مذہب حقیقی طور پر اس کا ساتھ چھوڑ ہی کیوں نہ چکا ہو۔ مگر وہ یا تو خود لاش بن کر زندہ مذہب سے چمٹا رہا۔ یا زندہ ہو کر بھی مردہ مذہب کی لاش کو کندھوں پر اٹھائے رہا۔ مذاہب اس لئے مردہ ہوتے رہے کہ وہ محدود علاقہ اور محدود زمانہ کے لئے ہوتے رہے تھے۔ آخر جب انسان اپنی عقلی بلوغت کو پہنچ گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جو کسی ایک یا خاص قوم کا ہی رب نہیں بلکہ ساری اقوام کا واحد خدا اور مالک ہے ایک جامع کمالات اور ہمیشہ زندہ رہنے والے مذہب اسلام کے ذریعہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سب اقوام کو حیات بخش پیغام دیا اور اس بلند و ارفع مذہب کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا مقدر کیا۔ یہی وہ پہلا اور واحد مذہب تھا جو ہر علاقہ اور ہر زمانہ کے لئے زندگی بخش روشنی کا منبع قرار پایا اس کی زندگی بخش کرنیں افریقہ کے ساحلوں سے انڈونیشیا کے جزائر تک اور سپین سے لے کر چین اقصیٰ کے کناروں تک انوار برسانے لگیں۔ اور دم توڑتی ہوئی انسانیت نے پھر سے قربِ الٰہی اور محبتِ ایزدی کے چشموں تک رسائی پائی۔ علم و عقل کا ایک اور دور شروع ہوا۔ انسانیت اپنی معراج کی طرف تیز تیز قدم بڑھانے لگی۔ زمانہ تاریکیوں کا ہولناک موڑ کاٹ کر پھر سے سہانے اور روشن دور میں پُر امن اور بے خطر قدم مارنے لگا۔ قیامت تک زندہ رہنے والا یہ مذہب بھی عروج و زوال

کے اٹل قانون سے باہر نہ رہ سکا۔ اور چند صدیوں بعد ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اپنے علمبرداروں کی غلط کوششوں اور کوتاہ بینی کے باعث انحطاط سے دوچار ہو گیا۔ اور ہوتے ہوتے انیسویں صدی کے وسط تک اس کی ایسی حالت ہو گئی کہ سیاسی اور مذہبی طور پر یہ گھٹا ٹوپ اندھیروں کی لپیٹ میں آکر رہ گیا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں پہنچ کر تاریخ اقوام تہذیبیں اور مذاہب موت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر ختم ہو جاتے رہے۔ اس لئے اس کی یہ حالت دیکھ کر غیروں نے اس کی موت کا اعلان کر دیا۔ اور انہوں نے اس کی حالت پر مرثیے پڑھ دیئے۔ اسی مقام پر خواجہ الطاف حسین حالی جیسے قومی شاعر نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
بس اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور یہ کہ "اب اس کی مجلس میں نوبتی نہ دیا ہے" اور یہ کہ "بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے"۔

عیسائیت اور ویدک دھرم جیسے مُردہ مذاہب جنہیں اسلام کی نورانی کرنوں سے زندگی کی حرارت ملنے لگی تھی اب وہ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے ماحول میں اپنے ہیبت ناک جبڑے کھول کر اسلام پر پُر زور حملے کرنے لگے تا اس کی رہی سہی سکت کو ختم کر کے وہ اپنے ڈنکے پیٹنے اور نقارے بجانے کے لئے رہ جائیں۔

یہ جو کچھ بھی ہوا۔ بڑا ہی پُر درد تھا۔ مگر سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ اس مذہب کا زوال ہو رہا تھا جو ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہنے اور زندہ کرنے کے لئے انسانوں کو عطا کیا گیا تھا۔ اور جس کے مقدر میں ہمیشہ زندگی ہی زندگی تھی۔ موت اس کے لئے حرام تھی۔ اس مذہب کی موت سارے عالم انسانیت کی موت بلکہ ساری کائنات اور مقصدِ تخلیقِ کون کی موت تھی۔ مگر چشمِ بینا دیکھ رہی تھی کہ ہو یونہی رہا تھا۔

یہ سارے حالات جو اس زندہ مذہب پر گذر رہے تھے اور جن طوفانی تھپیڑوں میں یہ کشتیٔ اسلام ہچکولے کھا رہی تھی بانیٔ اسلام نے کشفی آنکھ سے صدیوں پہلے ان کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دور کی تصویر اپنے اصحاب کے سامنے کچھ اس طرح کھینچی تھی کہ:۔

"صحیح علم مفقود ہو جائے گا اور قرآن شریف کی اصل تعلیم لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے گی ایمان دنیا سے اُٹھ جائے گا اور دہریت اپنا زور دکھائیگی لوگوں کے اعمال خراب ہو جائیں گے اور مسلمان اپنی بداعمالیوں میں یہودیوں کے قدم بہ قدم چلیں گے اور ان میں آپس میں بہت اختلاف ہوگا اور مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے۔ اور علماء کی حالت بھی خاص طور پر خراب ہو جائے گی حتیٰ کہ آسمان کے نیچے علماء بد ترین مخلوق ہوں گے اور اسلام چاروں طرف سے مصائب کے اندر گھر جائے گا اور سارے مذاہب اسلام کے خلاف یورش کریں گے۔ مگر عیسائی مذہب خصوصاً بہت زور پر ہوگا۔ اور دجال اپنی فوجوں کے ساتھ اسلام پر حملے کریگا۔ غرض

کیا اندرونی طور پر اور کیا بیرونی طور پر وہ زمانہ اسلام کے واسطے ایک نہایت مصیبت کا زمانہ ہوگا۔ ایسا کہ نہ کبھی پہلے ایسا زمانہ آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔"

یہ تھی وہ تصویر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے انتہائی انحطاط کے عالم کے متعلق پیش فرمائی اور جب انحطاط کا یہ عالم انیسویں صدی عیسوی میں اپنے کمال کو پہنچا تو اہل عالم نے یہ دیکھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین خبری حرف بحرف پوری ہو چکی تھی۔ یہ اس مذہب کے ساتھ ہونا تھا جس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ اس کی تعلیمات کو کبھی مرنے نہیں دیا جائے گا۔ اور اس کی حفاظت وہ خود اپنی حکمت اور قدرت سے کرتا رہے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی حالت بیان کرنے کے بعد اپنے اصحاب کی تسلی اور ان کی مضطرب طبیعتوں کی تسکین کے لئے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایسے میں اللہ تعالےٰ اسلام کی نصرت کے لئے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے گا۔ اور فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ اور اگر اس وقت اندھیرے کی شدت کا یہ عالم بھی ہو کہ زمین پر ایمان ڈھونڈے نہ ملتا ہو۔ اور ایمان ثریا کی بلندیوں تک جا چکا ہو۔ تو بھی اللہ تعالےٰ اس مسیح اور مہدی کو وہ قوت عطا کرے گا۔ کہ وہ ایمان کو ثریا سے بھی کھینچ کر واپس زمین پر اتار لائے۔ وہ مسیح عیسائیت کی فوجوں کا روحانی مقابلہ کرے گا اور دجالیت کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دے گا۔ نہ تھکے گا اور نہ ماندہ ہوگا جب تک کہ زمین کو عدل و انصاف سے نہ بھر دے۔

یہ تھی بشارت۔ ایک ایسی خوشخبری۔ ایک ایسی تسکین۔ جس کی وجہ سے اہل دل پُر امید تھے کہ اس پُرفتن دور اور گہری تاریکی کے عالم میں ضرور طلوع سحر کے سامان پیدا ہوں گے۔ اس تاریک رات میں ضرور وہ حسین ماہتاب جلوہ گر ہوگا۔ جو ان دھوؤں کو اڑا کر رکھ دے گا۔ وہ حق کا نور ظاہر ہوگا جس کی شدت سے تاریکیاں سمٹنے لگیں گی۔ اسی لئے ہر طرف ایک ہی پکار۔ ایک ہی تمنا اور ایک ہی انتظار تھی۔ امام مہدی کے ظہور کا انتظار۔ مسیحا کی آمد کی امید گشتہ امت کے کھیون ہار کی جستجو۔

ایسے میں الٰہی وعدوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا ایک گمنام، گوشہ نشین اور خلوت پسند شخص اسلام کے دفاع کے لئے عظیم سپہ سالار اور بطلِ جلیل قرار دیا گیا اور ایک فارسی الاصل شخص کو مہدی اور مسیح بنا کر اسلام کو زندہ کرنے کی خدمت اس کے سپرد کر دی گئی۔

اس دَور میں کفر اسلام پر جن ہتھیاروں سے حملہ آور تھا۔ اہل علم اُن ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ دجالیت نے ایسے ایسے عقلی ہتھیاروں کو جنم دیا تھا جو اپنے پیچھے دہریت اور الحاد کا طوفان عظیم لئے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ دجالیت کے ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ نہیں سُوجھ رہا تھا۔ ایک نئے علمِ کلام کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ مگر وہ کیسا ہو لوگوں سے آئے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔

ایسے میں علامہ شبلی نے لکھا۔

"عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا۔ آج اُس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں حق کہنا اس قدر سہل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذہبی خیالات میں بھونچال سا آگیا ہے۔ اور نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں۔ تمام علماء عزلت کے دریچوں سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے۔ ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے لیکن اصول کی نسبت اختلاف ہے۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے کہ نیا علم کلام بالکل نئے اصول پر قائم ہوگا۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں جس قسم کے اعتراضات اسلام پر کئے جاتے تھے آج ان کی نوعیت بدل گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں یونانی فلسفہ کا مقابلہ تھا جو محض قیاسات اور مظنونات پر قائم تھا۔ آج بدیہیات اور تجربہ کا سامنا ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں محض قیاسات عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا۔" (علم کلام صفحہ ۳۴)

ایسے میں اسلام کے بطلِ جلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علوم کے طفیل ایک نئے علم کلام کی بنیاد رکھی اور اس گُرز سے بتخانہ ہند کا اور سحرِ فرنگ کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ:۔

"اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۴)

آپ نے براہین احمدیہ کے ذریعہ مخالفِ اسلام مذہب کے اعتراضات کا عقلی و نقلی ایسا مسکت جواب دیا۔ اور ان مذاہب پر ایسے تابڑ توڑ اور دندان شکن حملے کئے کہ دشمن مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور دردمندانِ اسلام میں خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے۔ ایسے ہی وقت میں اہلِ حدیث کے ایڈووکیٹ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ کی خصوصی اشاعت میں لکھا کہ

"یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ ... ہمارے ان الفاظ میں کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ مت کے پھیلاتے ہوئے وساوس اور اعتراضات کو ایسے علمی اور عقلی انداز سے توڑ کر رکھ دیا کہ مولانا نیاز فتح پوری نے آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کے متعلق اپنے رسالہ "نگار" لکھنؤ میں لکھا:۔

"یہ کتاب مرزا صاحب کی وسعت مطالعہ
اور قوت استدلال کا بڑا گہرا اثر میرے
ذہن و فکر میں چھوڑ گئی۔"
(نگار لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء)

ہزاروں برسوں سے مردہ پڑا ہوا ایک مذہب
آریہ بھی تھا جو دجالی مبلغین اور عیسائیت کے بڑھتے
ہوئے ریلے کو دیکھ کر اپنی زندگی کی خاطر ہاتھ پاؤں
مارنے کے لئے اسلام کے گرے ہوئے شیر پر ہزاروں
ہتھیاروں سے حملہ آور ہوا۔ اس مذہب کی نسبت حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے اہلِ اسلام کو تسلی دی اور
یہ پیشخبری سنائی کہ

"یہ خیال مت کرو کہ آریہ یعنی ہندو
دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں۔
وہ مذہب مُردہ ہے اس سے مت
ڈرو۔ ابھی تم میں سے لاکھوں کروڑوں
انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب
کو نابود ہوتا دیکھ لوگے۔ کیونکہ یہ مذہب
آریہ کا زمین سے ہے نہ آسمان سے
اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ
آسمان کی۔ پس تم خوش ہو اور خوشی
سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے"
(تذکرۃ الشہادتین ص۶۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے
نورانی چہرہ سے اندھیروں کو صاف کرنے کے لئے
ایک ہمہ گیر لڑائی لڑی۔ آپ نے ہر مذہب اور
ان کے فرقوں کو للکارا۔ انعامات رکھے۔ عقلی دلائل دیئے۔
نشانات دکھائے اور ہر طریق سے اسلام کی سچائی
کی حجت کو ان پر پورا کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
دیکھتے ہی دیکھتے میدانِ کارزار کا نقشہ ہی الٹ
گیا۔ کفر کی بڑھتی ہوئی یلغار کچھ عرصہ نبرد آزما رہی
پھر رُکی اور آخر پسپا ہونے پر مجبور ہوئی اور مجبور
ہوتی چلی گئی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
انفاس روحانیہ کی برکت ہے کہ آج ہم کھلی اور
آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ اور اغیار کے
زہریلے مواد سے بہت حد تک محفوظ ہو چکے ہیں۔
مگر ابھی اسلام کے مکمل غلبہ کے لئے بہت کچھ کرنا باقی
ہے ابھی حق کی فتح کے لئے دجال اور دوسرے
دشمنانِ اسلام کا زمین کے آخری کناروں تک دلائل
اور براہین کی مشعلیں لے کر پیچھا کرنا باقی ہے۔
ابھی دنیا کے کونے کونے میں دجالی ذہنیت کو مغلوب
کر کے اسے اسلامی راہ پر لانا باقی ہے۔ ابھی اسلام
کے حیات بخش پیغام کو ہر انسان کے قلب میں اتارنا
باقی ہے۔ اور یہ کام کسی اور نے نہیں بلکہ ہم نے
ہاں ہم نے ہی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج
کے ادنیٰ سپاہی ہیں۔ سرانجام دینا ہے۔ یہ کام
اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اور اس نے یہ
کام ہم سے لینا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے تحریک جدید کی شکل میں اسلام کے نفوذ
کی راہیں بتادی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انہی راہوں پر تیز تیز

دوڑنے کے لئے ہمیں آمادہ و تیار کرنے میں لگے ہوئے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ یہ کام ہمیں
انجام دینے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے
اور اسلام کے سورج کو دوبارہ ساری دنیا پر طلوع
ہوتا ہوا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آمین۔

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ
پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ان الفاظ میں حضورؑ
نے حق کا پیغام پہنچانے کا طریق بتایا ہے۔ جسے
ہر موقع پر ملحوظ رکھنا ہم سب کے لئے مناسب ضروری
اور بابرکت ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"سو خبردار رہو۔ نفسانیت تم پر غالب
نہ آوے۔ ہر ایک سختی کی برداشت
کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب
دو۔ تا آسمان پر تمہارے لئے اجر
لکھا جاوے۔ یاد رکھو کہ ہر ایک
جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن
نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت
اور معرفت کی بات نکل سکے۔ بلکہ
ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں
کا ایک انڈہ ہوتا ہے۔ بجز اس کے
اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم روح القدس
کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام
نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے
اندر سے باہر نکال دو۔ تب پاک معرفت
کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری
ہوں گے۔ تمسخر سے بات نہ کرو۔ اور
ٹھٹھے سے کام نہ لو۔ اور چاہیئے کہ
سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے
کلام میں کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا
چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں
کو فتح کرتی ہیں۔ لیکن تمسخر اور سفاہت
کی باتیں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جہاں
تک ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے
لباس میں بتاؤ۔ کھیل بازی کے طور
پر بحثیں مت کرو۔ کہ یہ کچھ چیز نہیں
اور وقت ضائع کرنا ہے۔ بدی کا
جواب بدی کے ساتھ مت دو۔ نہ
قول سے نہ فعل سے۔ تا خدا تمہاری
حمایت کرے اور چاہیئے کہ دردمند
دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے
پیش کرو۔ نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے۔
کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا اور
ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے اور ناپاک
ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے
طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے۔ نہ
دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے۔ سو
اگر تم پاک علم کے وارث بننا چاہتے
ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات منہ
سے نہ نکالو۔ کہ ایسی بات حکمت اور
معرفت سے خالی ہو گی اور سفلہ اور کمینہ[۴۶]

[۴۶] لوگوں اور اوباشوں کی طرح نہ چاہو۔ کہ دشمن کو خواہ نخواہ ننگ آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پر حکمت جواب دو، تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھہرو۔" (نسیم دعوت صفحہ ۳۶۶) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کی اسی رنگ میں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب ربوہ

ہمارا جلسہ سالانہ

ہمارا جلسہ سالانہ قریبًا اسّی سال سے اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوتا چلا آرہا ہے اس جلسہ کا اجراء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۸۹۱ء میں فرمایا تھا۔ پہلے جلسہ میں ۷۵ احمدی شریک ہوئے اور پھر ہر سال جلسہ میں شامل ہونے والے احمدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چونکہ یہ جلسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے خاص منشاء کے تحت جاری فرمایا تھا۔ اس لئے اس جلسہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نصرت و تائید سے نوازا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آج ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس جلسہ میں شامل ہوتے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس جلسہ میں شامل ہونے والے لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت دعائیں مانگی ہیں اس لئے جو احمدی بھی اس جلسہ میں خلوصِ نیت سے شامل ہوتے ہیں وہ یقینًا حضرت اقدسؑ کی ان دعاؤں سے حصہ پاتے ہیں۔ ہمارا یہ جلسہ کوئی میلہ یا تماشا کا رنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ خالصتًہ روحانی اجتماع ہوتا ہے۔

جلسہ سالانہ میں کبھی تو آپ کو توحیدِ حقیقی سے لبریز نغمے سنائی دیں گے اور کبھی آپ عشقِ رسول ؐ کے دلربا ترانے سماعت فرمائیں گے اور کبھی ایسے پاکیزہ اشعار سنیں گے کہ جس سے روح وجد میں آجاتے اور آنکھیں پُرنم ہوجائیں۔ الغرض اس روحانی اجتماع میں بہت ہی مفید اور بابرکت باتیں سننے اور کثرت سے ذکرِ الٰہی اور دعائیں کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والے جہاں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی روح پرور اور ایمان افروز تقاریر سنتے ہیں وہاں حضور انور کے ساتھ ملاقات کرنے کی سعادت بھی انہیں نصیب ہوتی ہے۔

جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں جاتی۔ اور مکرر لکھا جاتا ہے

کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ
کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق
اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے اس
سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے
ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں تیار
کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ
یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی
بات انہونی نہیں۔ بالآخر میں دعا کرتا ہوں
کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے
سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ
ہو اور انہیں اجر عظیم بخشے اور ان پر
رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب
کے حالات ان پر آسان کر دے اور
ان کے ہمّ و غم دور فرمائے۔ اور ان کو
ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے
اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے
اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں
کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا
فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر
ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا
اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا
یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں اپنے
مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ
غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی
کو ہے آمین ثم آمین" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو پڑھ کر
کون ایسا احمدی ہوگا۔ جس کی روح جلسہ سالانہ پہ
جانے کے لئے بیتاب اور بے قرار نہ ہو گئی ہو گی کتنی
عظیم الشان دعائیں ہیں جو حضورؑ نے جلسہ میں شریک
ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔ پس بہت ہی خوش قسمت
ہیں وہ لوگ جو اس جلسہ میں شریک ہو کر ان عظیم الشان
دعاؤں کے وارث بنتے ہیں۔ پس ہمیں چاہیئے کہ
ہم ابھی سے جلسہ سالانہ میں شریک ہونے کے لئے
تیاری شروع کر دیں۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں کو
بھی بیدار کریں۔ اور انہیں جلسہ میں شمولیت کی
ترغیب دلائیں۔ نیز اپنے غیر از جماعت دوستوں کو
بھی اس جلسہ میں شرکت کے لئے ہمراہ لائیں۔ تا وہ
نورِ صداقت سے منور ہوں۔ پس آؤ اور دوڑتے
ہوئے آؤ کہ تمہیں مسیح محمدی بلا رہا ہے اور یہ خوشخبری
دے رہا ہے کہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

انسانی زندگی کا کچھ بھی اعتبار نہیں نہ معلوم کہ آئندہ
سال کس کس کو جلسہ میں شامل ہونے کی توفیق ملے گی۔
اسلئے جو نیکی میسّر ہو اس کو کر گزریں اور جو نعمت اللہ تعالیٰ
عطا کرے اسے شرح صدر سے قبول کریں جلسہ سالانہ کی
نعمت کوئی معمولی نعمت نہیں۔ یہ تو وہ روحانی مائدہ ہے
جس سے بھوکی اور پیاسی روحیں خوب سیر ہو کر تسکین اور
راحت پاتی ہیں اور زنگ آلود قلوب آبِ کوثر سے دھل کر
خوب صیقل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے
فضل سے ہمیں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے اور اس کی برکات و انوار سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا ظفر احمد۔ ربوہ

سائنسی معلومات

معدہ کا کیمرہ

یہ ایک آدھے سگریٹ کے برابر ہوتا ہے۔ کنارے پر سوئی کے چھید کے برابر آٹھ لینز لگے ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا قطر ۲ء۰۰ اور طول ماسکہ ایک انچ سے کم ہوتا ہے بعض عدسوں کی مدد سے سارے معدہ کا معائنہ ہو سکتا ہے۔ کیمرہ کے شفاف مرکز میں فلیش بلب ہوتا ہے۔ یہ کیمرہ وینائل چڑھی ہوئی نلکی کے ذریعہ سے حلق سے معدہ میں پہنچا دیا جاتا ہے نلکی میں تار، شٹر لائن وغیرہ ہوتی ہیں جبکہ بیٹری اور شٹر وغیرہ باہر ہوتے ہیں۔

خودکار آلات

کون ہے جو ایسی مشینوں سے واقف نہیں جو خود بخود بہت سے کام انجام دیتی ہیں۔ ویسے دیکھنے میں تو یہ بے حس ہوتی ہیں لیکن جیتے جاگتے انسانوں سے زیادہ ہوش مند اور عاقل ہوتی ہیں۔ اب ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جو ہوائی جہاز کو خود بخود چلا سکتے ہیں۔ اس قسم کی مشین سب سے پہلے ۱۹۲۵ء میں استعمال کی گئی تھی اس کا وزن ۲۰۰ پونڈ تھا اب اس کا وزن گھٹتے گھٹتے ۵ پونڈ رہ گیا ہے۔

جاسوسی اور تفتیش:۔ میزائل اور سیارچے بلندی سے زمین کی تصویریں کھینچتے ہیں اس سے آج کا ہر انسان واقف ہے سائنسدانوں نے اس مقصد کے لئے ایک ایسا بلب ایجاد کیا ہے جس کا قطر ایک انچ کے بیسویں حصے کے برابر ہوتا ہے یعنی کاغذ کی پن کے سر کے برابر۔ یہ بلب ان تصویروں کا وقفہ متعین کرتا ہے جو خودکار میزائل دوران پرواز کھینچتے ہیں۔ یہ نیون گیس (NEON) کا بلب ہوتا ہے اور ایک واٹ کے چالیسویں حصے کے برابر برقی قوت پیدا کرتا ہے۔ وقت کے مطابق فوری اطلاعات فراہم کرنے کے لئے یہ چھوٹے بلب ۳۵ ملی میٹر چوڑی متحرک فلم کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔

شیشہ

آپ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ نیا تیار شدہ شیشہ اس قدر سخت ہو کہ اس سے مکانوں کی اینٹیں اور چائے دانی کے دستے تیار کئے جا سکیں۔ جبکہ حقیقتاً اتنا سخت شیشہ تیار کیا جا رہا ہے۔ اب کانچ کے فرائینگ پین بنائے جا رہے ہیں۔ اس کے باریک تاروں سے ایسے کپڑے تیار کئے جا رہے ہیں جن پر آگ کے شعلے اثر نہیں کرتے۔ کانچ کے لچکدار تختے بنائے گئے ہیں جن پر اچھل کر غوطہ خور نہانے کے لئے تالاب میں کودتے ہیں۔ کھڑکی کا ایک انچ موٹا شیشہ اب اس قدر

مضبوط بنایا جا رہا ہے کہ اس پر شین گن کی گولی کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ کانچ کے پتلے تختے پر کھڑے ہو جائیے۔ دس ہزار وولٹ کی برقی رَو بھی آپ پر اثر نہیں کرے گی۔

لیزر کے ذریعہ پیغام رسانی

دور دراز کے مقامات یا دیہات کے درمیان پیغام رسانی کے لئے کسی بلند مقام سے روشنی کے اشاروں کا استعمال انسان کا قدیم ذریعہ مواصلت رہا ہے۔ چنانچہ اسی اصول پر خورد موجی MICRO WAVE نظام مواصلت کرتا ہے جس میں برقی مقناطیسی موجیں استعمال کی جاتی ہیں۔ بعید ترین فاصلوں کے درمیان پیغام رسانی کے سلسلے میں اس سال جنوری میں خلائی سائنس کے ماہرین ایک خصوصی طور پر مرکوز کی ہوئی روشنی کی دھار چاند پر بھیجنے اور پھر اس کو دوبارہ وصول کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں روشنی کی یہ مخصوص دھار لیزر سے پیدا کی گئی تھی جو کہ طویل ترین فاصلوں کے مابین پیغام رسانی کا جدید ترین وسیلہ ہے۔

لیزر شعاعوں کی دھار زمین سے چاند پر تقریباً دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلہ پر بھی بھیجی گئی تھیں وہاں سے سرویئر ہفتم کے کیمرہ نے ان کی نہایت واضح تصاویر دوبارہ زمین پر واپس بھیج دیں اور اس طرح مواصلت کے اس طریقہ کار کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔

صوتی دھماکوں کا تدارک

آواز کی رفتار سے زیادہ رفتار اختیار کرنے والے ہوائی جہازوں کے چلنے سے پیدا ہونے والے دھماکے ہر شخص نے سنے ہونگے ان دھماکوں کی وجہ سے اکثر عمارتیں تڑک جاتی ہیں اور کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ جاتے ہیں تیز رفتاری کی وجہ سے پیدا ہونے والے اس عظیم مسئلہ کے تدارک کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں ان میں اب کامیابی حاصل ہوتی نظر آ رہی ہے۔

صوتی دھماکے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک تیز رفتار جہاز فضا میں پرواز کرتا ہے۔ تو وہ اپنے راستے کی ہوا کو پیچھے کی طرف دھکیلتا ہے اس طرح جس قدر زیادہ تیز رفتاری سے وہ پرواز کرتا ہے۔ اسی تیز رفتاری سے ہوا کو پیچھے کی طرف ہٹنا چاہیئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جہاز کی تیز رفتاری کے باعث ہوا کو اس کے راستے سے ہٹنے یا پیچھے کی طرف جانے کا بہت کم وقت ملتا ہے ایسی حالت میں ہوائی جہاز کی رفتار آواز سے زیادہ تیز ہو جانے کے نتیجے میں ہوا کو ہٹنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور وہ ہوائی جہاز کے سامنے کے رُخ میں اکٹھا ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ دھماکوں کے ساتھ پھٹتی ہے جس کے نتیجے میں دھماکہ موجیں (SHOCK WAVES) پیدا ہوتی ہیں جنہیں صوتی دھماکے (SONIC BOOMS) کہتے ہیں جب یہ موجیں زمین سے ٹکراتی ہیں اس وقت ان میں اس قدر توانائی موجود ہوتی ہے۔ کہ وہ عمارتوں میں دراڑیں ڈال دیں۔ چنانچہ صدمہ موجوں کے تدارک کے سلسلے میں امریکہ کی نارتھ روپ کارپوریشن کے ماہرین اور

انجینئروں نے Electricity discharge برقی اخراج استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ برقی اخراج ہوائی جہاز سے پیدا کیا جائیگا جبکہ یہ ہوا کے سالموں کو پیچھے کی طرف دھکیل دیگا اور اس طرح ان کو ہوائی جہاز کے سامنے جمع ہونے سے روک دے گا۔ جب ہوائی جہاز کے سامنے ہوا کا اجتماع نہیں ہوگا۔ تب کسی قسم کی صدمہ موجیں پیدا نہیں ہو سکیں گی ؛

(بشکریہ کاروانِ سائنس)

"کسوٹی"

۱۔ کونسا شہر اس گروپ میں موزوں نہیں۔
برلن۔ واشنگٹن، ماسکو، پیرس، لندن، اوٹاوا، ہلنسکی۔

۲۔ کونسی شخصیت اس گروپ میں موزوں نہیں۔
نپولین، مسولینی، ہٹلر، بائرن، فرانکو، ٹیٹو۔

۳۔ کونسی شخصیت منفرد
اسکندرِ اعظم، نپولین، ولنگٹن، نیلسن ہنی بال۔

۴۔ ★ کی جگہ کونسا ہندسہ ہونا چاہیئے۔

$\frac{8}{9|13}$ ، $\frac{7}{9|14}$ ، $\frac{\star}{12|13}$

۵۔ مندرجہ ذیل ریاستوں یا ملکوں کے دار الخلافوں کے نام لکھیئے :۔
لکسمبرگ، میکسیکو، مناکو، مسقط و عمان پانامہ، گوئٹے مالا، کویت، سان مارینو

(نوٹ) بالکل صحیح جواب دینے والوں کے نام اگلے شمارے میں شائع کئے جائیں گے ؛

منور احمد انیس
مدیر اعلیٰ المنار (انگریزی)

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

غالب نے کہا تھا۔

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل دلستاں روانہ ہؤا

اور دل کا یوں چلے جانا عجب اک حادثہ سا ہو گیا تھا۔ کہ بھلے وقتوں میں یہ دل، یہ دلِ پُر خوں، گاڑیوں کے فاضل پرزہ جات کی طرح دستیاب نہ تھا کہ جامِ سفال کی طرح

اَور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا

متاعِ دل لُٹی سو لُٹی۔ اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے والی بات کہاں تھی۔ اسی لئے تو انشاء جی نے کہا:۔

ترکِ آشنائی میں کیا ہم نے پایا
دیا نقد دل اور اپنی گرہ کا

سودوشِ رحلتِ دل سے سخن گرم رہا۔ اور جب آلات نے احساسِ مروّت کو کچل کر اس دل کا دل لوٹا تو حسرت بڑی حسرت سے بولے:۔

اب دل ہے نہ عاشقی کے چرچے
اب خواب وہ ہو گئے فسانے

گو حسرت نے دل کے باقی نہ رہنے پر بھی واویلا کیا کہ:۔

اب ہے دل باقی نہ دل کی شورشیں
آہ وہ ہنگامۂ عہدِ شباب

لیکن آج یہ حقیقت دل ماننے پر مجبور ہے کہ وہ دن ہوا ہوئے جب دل کے لگنے لگانے کی باتیں دل کو لگتی تھیں اب تو کچلی ہوئی مروّت کے کینوس پر "ایک بوند لہو کی" والے دل کی دھڑکتی تصویر اُبھرتی ہے۔ اور حسرت سے بہ حسرت اتفاق کرتے ہیں کہ رونقِ بزمِ قلب اب ادارۂ انتقالِ خون کی گلابی بوتلوں کا نام ہے۔

اس برس کی دوسری ششماہی کا آغاز بنی نوع انسان کے لئے ایک بہت بڑی چھلانگ تھا۔ کہ سطحِ قمر پر کھڑا آرمسٹرانگ تھا۔ لیکن نظامِ شمسی کے چاند کی تسخیر سے قبل انسان خود اپنی ہی زمین کے بحرہائے سکون و طوفاں کی تسخیر کر چکا ہے اور آج دل کے سکوں کو موت ہے کہ مشینوں کے غل غپاڑے کی حکومت ہے۔

پیوندی جراحت TRANSPLANT SURGERY

اک تیرِ نگہِ یار نہیں کہ آنکھ سے اُترے دل میں اور دل سے اُتر جائے جگر میں۔ عضوی پیوندکاری (ORGAN TRANSPLANTATION) بتدریج ترقی پذیر ہے۔ اور آج کم از کم انتقالِ قلب کسی اچنبھے کی بات نہیں رہی۔ دنیا بھر کے بڑے بڑے شفاخانوں میں ماہر معالج زید کا دل بکر کو اور بکر کا دل زید کو تھما دینے میں خاصے ماہر ہو چکے ہیں۔ دل ـــ جامِ سفال ہے اور "اور بازار سے لے آئیے جو ٹوٹ جائے" لیکن نشتر و مشین کی اس ترقی نے تاحال اخلاقی اقدار

(MORAL VALUES) کا دل نہیں توڑا اور دل کی سودے بازیاں تختۂ جراحی تک ہی محدود ہیں۔

قلب رگوں میں دوڑنے پھرنے اور آنکھ سے ٹپکنے والے لہو کا منبع ہے۔ یہ جسم انسانی کا ایک ہر لمحہ دھڑکنے والا عضو ہے۔ اور دھڑکن کا خاتمہ کم از کم انسان کی ظاہری موت (CLINICAL DEATH) کی نشانی ہے۔ قلب سے شریانیں پھوٹتی ہیں اور ان سے پھوٹی ہوئی عروقِ شعریہ باریک جال کی مانند جسم کی بافتوں میں خلیات کی درمیانی جگہوں تک پہنچ جاتی ہیں سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں داخل شدہ آکسیجن پھیپھڑوں کی جھلی نما دیواروں میں پھیلی عروق شعریہ کے اندر داخل ہو کر خون کے سُرخ رنگی مادے عمرۃ الدم (HAEMOGLOBIN) کی تکسید کرتی ہے اور اس عمل کے نتیجے میں خون خلیات کے تحوّلی تعاملات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کثافتوں سے پاک ہو جاتا ہے عروقِ شعریہ کی باریک دیواروں سے خون رس رس کر بین الخلیاتی (INTERCELLULAR) جگہوں میں پہنچتا ہے اور وہاں سے اپنے مشمولات کو خلیات کی دیواروں کے پار اُتار کر خلیات کی کثافتوں کو ہمراہ لے کر واپس وریدوں کے ذریعے دل میں پہنچتا ہے اور پھر پھیپھڑوں میں تکسید کا عمل دوبارہ شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ تکرار برقرار رہتی ہے۔

خون خلیات کے لئے خوراک، تازہ آکسیجن موزوں حرارت، اور خلیات کی بیماری کے خلاف موثر ہتھیارات کا منبع ہے۔ خوراک عمل انہضام کے ذریعے حل پذیر مرکبات میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر براہ راست خون میں شامل ہوتی ہے۔ یہ خوراک خلیات کے معمول کو جاری رکھنے، توانائی مہیا کرنے، بڑھوتری جاری رکھنے اور خلیات کے مجروح اعضاء کی درستی کے کام آتی ہے۔ خون کے سُرخ جسیمے عمرۃ الدم پیدا کرتے ہیں جو پھیپھڑوں میں ہونے والے عمل تکسید میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ دماغ کی بافتیں دیگر تمام اعضاء کی بافتوں کے مقابلے میں بہت نازک ہوتی ہیں اور دماغی افعال کی انجام دہی صرف خون میں شامل شدہ غذائی ذرات اور آکسیجن کی صحیح اور مسلسل رسد پر منحصر ہے۔ جسم کی کثافتوں کا اخراج پیشاب، فضلہ، پسینہ اور پھیپھڑوں سے باہر آنے والی ہوا کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور اس اخراج میں خون بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ حرارت غریزی کا استقلال بھی خون ہی کے ذریعہ ممکن ہے، جسمانی بافتوں کی بڑھوتری میں جسم کے غدودوں میں پیدا ہونے والے راحین (HORMONES) نہایت اہم فعل سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ راحین کی باقاعدہ رسد بھی خون ہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے خون کے سفید جسیمے بیرونی جراثیم کے حملے کے خلاف ہر لمحہ بندوقیں تانے رہتے ہیں۔ اور بیرونی لحمیات کو کیمیائی تعاملات کے ذریعے ہلاک کر دیتے ہیں۔

(خالد کے قارئین اگر جسمانی دفاعی نظام کا تفصیلی بیان پڑھنے میں دلچسپی رکھتے ہوں تو ملاحظہ فرمائیں مصنف کا ایک مضمون بعنوان " اندر آنا منع ہے"

مطبوعہ ماہنامہ خالد شمارہ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۱ تا ۲۴)

خون اپنے درج بالا افعال کے لئے قلب کا مرہونِ منت ہے کیونکہ گردشِ خون، خون کے تکسید کا عمل اور تمام جسمانی بافتوں تک خون کی باقاعدہ رسد قلب کے عضلات کی دھڑکن کے نتیجے میں انجام پاتی ہے۔ اب سوچئے کہ دل لُٹ جانے کے بعد آپ واویلا کریں گے تو پھر کیا کریں گے۔ دل نہ بھی لُٹے۔ دل کے افعال یا اس کے عضلات کا بگاڑ ہی گلزارِ ہست و بود سے دل اچاٹ کر دینے کو کافی ہے۔ قلب کی بیماریوں کے علاج کے لئے طبی تحقیق کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن علمِ طب میں اب تک دل کی تمام بیماریوں کا مناسب علاج دریافت نہیں کیا جا سکا۔ اور خصوصاً ایسی بیماریوں کا جن کا تعلق دل کے عضلات کے بگاڑ سے ہے عضلات کے اس بگاڑ کو درست کرنے کے لئے برہنہ دل کی جراحی کا آغاز ہوا جس کے ذریعے بے کار عضلات کو یا تو کاٹ کر پھینک دیا گیا یا دو عضلات کے غلط اتصال کو درست کرنے سے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

بچوں کی اکثریت قلبی عضلات کی بیماریوں کا شکار ہوتی ہے اور یہ خرابی پیدائش سے قبل موروثی بگاڑ کے باعث ہوتی ہے۔ موروثی بیماری عموماً قلب کے بطن کے ناقص کھلوندن (VALVE) کی صورت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ برہنہ دل کی جراحی کے ذریعے کھلوندن کی خرابیوں کو دور کیا جاتا ہے۔

قلبی بیماریوں کے علاج میں ایک اہم موڑ مصنوعی کھلوندنوں، اور مصنوعی شریانوں کی پیوندکاری ہے۔ یہ کھلوندن اور شریانیں مخصوص تالیفی ریشوں سے بنائی جاتی ہیں، اور ناقص عضلات کی جگہ ان مصنوعی چیزوں کی پیوندکاری بہت خطرناک مریض کی جان بچانے میں کامیاب رہتی ہے۔ ان تالیفی شریانوں کی پیوندکاری کے علاوہ دیگر مصنوعی آلات بھی زیرِ استعمال ہیں۔ جن میں قابلِ ذکر آلہ (PACEMAKER) نامی ہے یہ آلہ مریض کی چھاتی میں عملِ جراحی کے ذریعے دفن کر دیا جاتا ہے اور اس خودکار آلہ سے خارج ہونے والے برقی اشارے فعلِ قلب کو متوازن رکھنے میں بہت ممد ہیں۔ اس آلے کی تشکیل میں اب تک نئی نئی ترقیاں ہو رہی ہیں۔ جدید ترین آلہ جوہری توانائی کی ایک نہایت چھوٹی بیٹری سے چلتا ہے اور دوسرے آلات کی نسبت زیادہ محفوظ و دیرپا ہے۔

جدید طبی تحقیق میں علمِ طب، علمِ کیمیا کے ساتھ ساتھ انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کی دریافتوں نے بھی نئے آلات اور نئی دواؤں کو جنم دیا ہے۔ جدید شفاخانوں میں قلبی جراحی یا اسی طور کے پیچیدہ طریق ہائے تشخیص و علاج کے لئے نگہداشت کی نئی نئی مشینیں کام کر رہی ہیں۔ ان ہسپتالوں میں ایسی علاج گاہوں کا نام (INTENSIVE CURE UNIT = I.C.U.) رکھا گیا ہے۔ ICU میں خطرناک بیماریوں کے مریضوں کو داخل کیا جاتا ہے اور پیچیدہ مشینوں اور کمپیوٹروں کی مدد سے ان کی مدوجزرِ حالت پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔ مریضوں کے جسم پر بہت سی برقی تاریں مختلف جگہوں پر لگائی جاتی ہیں جن کا تعلق

پیچیدہ اطلاعات کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنے
والے کمپیوٹرز سے ہوتا ہے۔ مریض کے خون کے دباؤ
حرارت غریزی، اس کے جسم کی برقی کارگذاری اور
اجتماعی فعلیات کی خبریں برقی اشاروں کی صورت
میں کمپیوٹرز تک پہنچتی ہیں۔ کمپیوٹرز خود ہی ان
اطلاعات کا تجزیہ کرتے ہیں اور خطرہ سے خبردار
کرنے کے لئے ان کے سرخ بلب خود بخود جل اٹھتے
ہیں۔ کمپیوٹرز کی اطلاعات پا کر معالج فوری طور پر
مریض کے لئے مناسب دوا یا علاج تشخیص کر سکتا ہے
اجتماعی نگہداشت اور ICU کا استعمال معالجوں کا
بار کم کرکے مرض کی صحیح اور بروقت تشخیص کی ضمانت
دیتا ہے۔ ICU میں استعمال ہونے والی مشینوں میں
سب سے اہم مشین (HEART LUNG MACHINE)
ہے اور قلبی پیوندکاری کے عمل میں اس مشین کو کلیدی
حیثیت حاصل ہے۔ درحقیقت اس مشین کی دریافت
ہی کے ذریعے قلبی پیوندکاری ممکن ہو سکی ہے۔

برہنہ دل کی جراحی۔ تالیفی کھلونوں اور
ریشوں کی پیوندکاری اور چھاتی میں دفن برقی آلات
کے استعمال کے نتیجے میں یہ بات سامنے آ گئی کہ یہ تمام
چیزیں مل کر بھی "علاج غم دل" نہیں۔ اور کہ عضو بیمار
کا علاج یہی ہے کہ کوئی دل لے یا کوئی دل دے۔
چنانچہ انتقال قلب کی راہوں کی تلاش شروع ہوئی۔
امریکہ میں بہت سے جانوروں پر جراحی تجربات
کئے گئے اور انتقال قلب کے نتیجے میں پیدا ہونے والے
اثرات کا کڑا جائزہ لیا گیا۔ ان تجربات سے خاصی امید
ہو گئی کہ اگر عضوی پیوندکاری پر تحقیق و تجربات کئے
جائیں تو انتقال قلب کی محفوظ اور یقینی راہ نکالی
جا سکتی ہے۔ یاد رہے کہ انتقال قلب سے قبل
انسانوں میں انتقال گردہ کی جراحی متعدد بار کامیابی
سے کی جا چکی ہے۔ انتقال گردہ اور دیگر تجربات کی
بنیاد پر فیصلہ کیا گیا کہ انسانوں میں انتقال قلب
کی کوشش کی جائے لیکن مسئلہ تھا کہ پہلا پتھر کون
مارے۔ بالآخر جنوبی افریقہ کے مشہور سرجن ڈاکٹر
کرسچن برنارڈ (CHRISTINE BERNARD)
نے یہ بیڑا اٹھایا اور دسمبر ۱۹۶۷ء میں دنیا کی تاریخ
کا پہلا انتقال قلب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جنوبی
افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن کا ایک شخص لوئی واشکانسکی
(LOUIS WASHKANSKY) موت کے منہ میں تھا۔
اور زندگی کے آخری لمحات کے دوران کیپ ٹاؤن کے
گروٹ شور (GROOTE SCHUR) ہسپتال
میں داخل کیا گیا۔ ڈاکٹر برنارڈ اسی ہسپتال میں سرجن
تھے۔ لوئی کا معائنہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنی
پیشہ ورانہ زندگی کا اہم فیصلہ کر لیا کہ وہ انتقال
قلب کے ذریعہ ہی سہی لوئی کی موت کو ملتوی ضرور
کر دیں گے۔ فیصلہ خطرے سے پُر تھا۔ لوئی کو برنارڈ
نے فیصلے اور اس کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ لوئی
نے اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی رضامندی
ظاہر کر دی۔ چنانچہ اب مسئلہ پیدا ہوا کہ لوئی کے
لئے صحت مند دل کہاں سے ملے؟ کیا کوئی بھی شخص
لوئی کی خاطر آپریشن تھیٹر میں برضا و رغبت موت کے

منہ میں جانا پسند کرے گا؟ لیکن جلد ہی یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ ایک جوان عورت (DANIES DARVELL) نامی شدید زخموں سے نڈھال ٹریفک کے ایک حادثے کا شکار ہو کر ہسپتال میں لائی گئی تھی۔ اور گروٹ شور کے معالج ڈینس کو موت کے پنجہ سے رہائی دلانے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ تشخیص مظہر تھی۔ کہ ڈینس کا زندہ بچنا ناممکن ہے۔ معالجوں نے سوچا کہ اگر ڈینس کا دل لوئی کے لئے قابلِ قبول ہو تو کوشش کی جائے کہ ایک موت کی بازی ہار کر ایک زندگی کی بازی جیت لی جائے۔ بجائے اس کے کہ دونوں بازیاں ہاری جائیں۔ چنانچہ فوراً تجربہ گاہ میں لوئی اور ڈینس کے دل کی بافتوں کا تشخیصی تجزیہ (PATHOLOGICAL ANALYSIS) کیا گیا اور یہ دیکھ کر معالج خوش ہوئے کہ دونوں کی بافتیں گو مماثل نہیں لیکن تاہم قوی امکان ہے کہ لوئی کا سینہ نئے صحت مند دل کو قبول کرنے سے انکار نہ کرے گا اور کافی عرصہ تک لوئی ایک جوان عورت کے دل کی دھڑکنوں کے سہارے زندہ رہ سکے گا۔ تجربہ گاہ سے یہ خوشخبری ملنے کے بعد معالجوں نے ڈینس کے ورثاء سے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ حالات کے مدنظر اور انسانی فلاح کے نقطۂ نظر سے ڈینس کا انتقالِ قلب کی کارروائی کا آغاز کریں۔ ڈینس کے ورثاء نے فوراً ہی اپنا عظیم فیصلہ معالج کو دیا۔ اور ڈینس کا دل ایک جاں بہ لب مریض کے لئے حیاتِ نو کا پیغام دیکر وہ بوجھل قدموں سے ہسپتال سے رخصت ہوئے مگر خوش تھے کہ ڈینس مر کر بھی کسی کے سینہ میں زندہ رہیگی چنانچہ معالجوں نے انتقالِ قلب کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ڈینس مر چکی تھی۔ برقی اشاروں کی مدد سے ڈینس کے دل کو زندہ رکھا گیا اور پھر ڈینس کے مردہ جسم سے علیحدہ کر لیا گیا۔ ادھر لوئی کا سینہ چاک تھا اور لوئی کا دلِ بیمار چند گھنٹوں کا مہمان تھا لوئی سینہ چاک کئے HEART LUNG MACHINE کے سہارے زندہ تھا۔ ڈینس کے دل کا قافلہ چلا اور برنارڈ کے منتظر ہاتھ اس کی منزل تھے۔ برنارڈ نے چابکدستی سے لوئی کے بیمار دل کو کاٹا اور پھر کمال مہارت سے ایک اجنبی، زندہ دل کو لوئی کے سینے میں لگا دیا۔ برنارڈ تیزی سے بدلتی ہوئی صورتِ حال پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ وہ ایک دل کو ایک سینے سے دوسرے سینے میں کامیابی سے منتقل کر چکا تھا۔ لیکن اصل کامیابی یہ تھی۔ کہ انتقال شدہ دل صحیح دھڑکن کا آغاز کرے۔

HEART LUNG MACHINE کا تعلق لوئی کے جسم سے ختم کر دیا گیا۔ اور نہایت مختصر وقفے کے بھاری وولٹیج کے برقی جھٹکے لوئی کے نئے دل کو دیئے گئے۔ ڈینس کا دل اس نئی شاہراہ پہ چند قدم ڈگمگایا۔۔۔ مگر پھر دھڑکنے لگا۔۔۔ بالکل اسی طرح جوں وہ ڈینس کے سینے میں دھڑکتا تھا۔ دھڑکن معمول پر آئی تو برنارڈ کی آنکھوں میں چمک آ گئی وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن اب بھی موت کے بادل منڈلا رہے

تھے۔ اور اب اس نئے دل کی دھڑکن کو ہر ممکنہ حد تک بحال رکھنا تھا۔ برنارڈ ایک گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔

ادھر ڈینس کے جسم کے اعضاء ایک اور مریض کے لئے پیغام شفا ثابت ہو رہے تھے دوسرے آپریشن تھیٹر میں ڈینس کے جسم سے نکالے گئے گردے ایک اور جاں بہ لب مریض کے جسم میں منتقل کئے جا رہے تھے۔ اور یوں ڈینس اپنی ذات سے نکل کر دو اجسام میں بٹ گئی تھی۔

خون کے سفید جسیمے کسی بھی بیرونی جسم کے خلاف حملہ آور ہو جاتے ہیں جو اس جسم کے خلیات کی کیمیاوی ساخت میں مختلف ہو۔ بیرونی لحمیات کا جسم میں داخلہ سفید جسیموں میں ایک کیمیائی مرکب (ANTIGEN) کی پیداوار کا محرک بنتا ہے اور یہ مرکب بیرونی لحمیات سے تعامل کر کے اس کے زہریلے اثر کو زائل کر دیتا ہے چنانچہ برنارڈ کے سامنے سفید جسیموں کا عفریت منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ جو عام بیماریوں کے دوران تو بہترین علاج قرار دیئے جا سکتے ہیں لیکن لوئی کے معاملہ میں انہیں اپنی غیر کو غیر سمجھنے کی پالیسی پر عمل کرنے کی بجائے غیر کو اپنانے کی کوشش کرنا چاہیئے تھی۔

ڈینس کا دل لوئی کے جسیموں کے لئے اجنبی تھا۔ اگر لوئی ہوا اور ارد گرد کی فضا کے جراثیم کا نشانہ بھی بنا رہتا تو ڈینس کے دل کے ڈوب جانے کے امکانات زیادہ تھے۔ لہذا برنارڈ نے فوراً لوئی کو ICU میں منتقل کر دیا لیکن یہ دوسرے ICU سے مختلف تھا اس میں جراثیم کا ہر ممکن طریق سے خاتمہ کر دیا گیا تھا اور لوئی مکمل BIOLOGICAL ISOLATION کی حالت میں تھا۔

اس کے علاوہ لوئی کو کوبالٹ (۶۰) کی شعاعوں کے زیر اثر رکھا گیا اور اسے سفید جسیموں کی جنگجو طبیعت کو ڈینس کے دل کے معاملہ میں رعایت برتنے کے لئے مختلف النوع ادویات دی گئیں۔ برنارڈ نے لمحہ لمحہ کی خبر کا تجزیہ کیا۔ اس کے کان میں ہر لمحہ ڈینس کی دھڑکن تھی۔

لوئی بتدریج رو بصحت ہوتا رہا۔ اب وہ بستر پر بیٹھ کر کھانا کھا سکتا تھا اور اپنی بیوی سے دو گال ہنس سکتا تھا۔ برنارڈ کے اس عظیم کارنامے پر دنیا خوش تھی اور برنارڈ لوئی کی صحت یابی پر نازاں۔ وائے تقدیر کہ لوئی کے بیمار پھیپھڑے متاثر ہو گئے۔ اور بتدریج نمونیا کا شکار ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ برنارڈ نے تمام تر کوشش کی کہ لوئی خطرناک نمونیہ سے نجات پا جائے۔ لیکن برنارڈ کامیاب نہ ہوا۔ اور لوئی برنارڈ کو طب کی دنیا میں ایک جگمگاتے ستارے کا سا مقام دے کر گروٹ شور کے بستر پر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ لوئی کے سینے سے ڈینس کا دل نکالا گیا جس نے لوئی کو تین ہفتے سے زائد عرصہ تک زندہ رکھا تھا اور اس کی بافتوں کا تجزیہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ لوئی کی موت کی ذمہ داری اس کے پہلے سے بیمار پھیپھڑوں پر ہے ورنہ سفید جسیموں نے تو ڈینس کے ساتھ خاص مروت سے کام لیا تھا اور اس کے کام میں کم سے کم مخل اندازی

کی تھی

برنارڈ دل شکستہ نہ ہوا۔ اس نے آگے بڑھنے کی ٹھانی اور کیپ ٹاؤن ہی کے ایک ریٹائرڈ دندان ساز ڈاکٹر فلیپ بلے برگ کے سینے میں ایک نیا دل منتقل کر دیا۔ لوئی کی موت برنارڈ کو بہت کچھ سکھا گئی تھی۔ چنانچہ بلے برگ کی نگہداشت لوئی سے کہیں زیادہ کی گئی۔ بلے برگ کو جلد ہی ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔ اور اس نے کچھ ہی عرصہ میں زندگی کے معمولات میں پوری دلچسپی لینا شروع کر دی۔ حتیٰ کہ گھر کے سوئمنگ پول میں نہانا بھی شروع کر دیا۔ برنارڈ کی یہ دوسری بڑی کامیابی تھی۔

برنارڈ کے پہلے آپریشن کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور کچھ ہی عرصہ بعد دنیا بھر کے ہسپتالوں سے انتقالِ قلب کی خبریں آنے لگیں لیکن یہ خبریں حوصلہ افزا نہ تھیں کیونکہ ساتھ ہی ساتھ مریضوں کے انتقال کی خبریں بھی آ رہی تھیں۔ چنانچہ بلے برگ دنیا کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ کیونکہ وہ سب مریضوں سے زیادہ بھلا چنگا چل رہا تھا۔ لیکن اچانک بلے برگ کو جگر کی شدید تکلیف ہو گئی اور خیال تھا کہ شاید اس کا نیا دل جواب دے جائے۔ لیکن برنارڈ نے مناسب و بروقت علاج کے ذریعے بلے برگ کو صحت یابی کی منزل پر دوبارہ پہنچا دیا۔ بلے برگ کا دل ایک روز برنارڈ نے جار میں بند کیا اور اسے لا دکھایا۔ بلے برگ اپنی زندگی میں اپنے ہی دل کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر اچھل پڑا وہ پہلا آدمی تھا جس نے اپنا دل اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

لیکن منتقلیٔ قلب کے تقریباً ۱۹½ ماہ بعد بلے برگ بھی چل بسا۔ اس کے نئے دل نے اسے اور کچھ نہیں تو کم از کم زندگی کی ۱۹½ ماہ کی رعنائیاں تو دی تھیں۔ اس دل کی بافتوں کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ بلے برگ کے سفید جسیموں نے نئے دل کے اتنے لمبے قیام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا تھا اور اس پر ہلّہ بول دیا تھا۔ چنانچہ گھر کے بھیدی نے لنکا یوں ڈھائی کہ خود اپنے ہی دل کو لے ڈوبا۔ بہرحال بلے برگ تادمِ تحریر منتقلیٔ قلب کے ذریعے دنیا میں سب سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنے والا انسان ہے۔

کیپ ٹاؤن اور دیگر ہسپتالوں میں ہونے والی عضوی پیوندکاری اور منتقلیٔ قلب سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ منتقلیٔ قلب کو عام رواج اسی وقت مل سکتا ہے جب سفید جسیموں کی بغاوت کو فرو کرنے کے مؤثر ہتھیار ہاتھ میں آ جائیں۔ اور اس قسم کی جراحی کا فائدہ بھی اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب دل حاصل کرنے والا مریض چند سال تو صحت مند زندگی گزار لے۔ جسم کے دوسرے جسم کی لحمیات کو قبول نہ کرنے کے عمل کو (IMMUNE REACTION) کہتے ہیں۔ اور IMMUNOLOGY میں ہونے والی تحقیق ہی مستقبل کے منتقلیٔ قلب کے آپریشن کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اگر سفید جسیموں کے حمل پر قابو پا لیا گیا۔۔۔ اس طرح کہ ان کا قدرتی فعل بھی متاثر نہ ہو۔ اور انہیں حسبِ منشا مخصوص

عضلات پر اثر انداز ہونے سے باز رکھنا ممکن ہو۔ تو امید کی جا سکتی ہے کہ قلبی پیوند کاری قلبی بیماریوں کے علاج کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔ فی الحال صرف مماثل توام IDENTICAL TWINS کے درمیان ہی قلبی پیوند کاری پوری طرح کامیاب رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ان توام کے جسموں میں کیمیائی امتیاز نہیں پایا جاتا۔

تحقیق جاری ہے۔ تجربات جاری ہیں۔ نت نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں۔ نتائج حوصلہ افزا ہیں۔ لہذا آج ہم دل کے بارہ میں بجا طور پر کہہ سکتے ہیں:۔

اور بازار سے لے آئیں گے گر ٹوٹ گیا

انعام الحق کوثر

مرکزی عہدیداران کا تعارف

ذیل میں مجلس خدام الاحمدیہ کے نئے سال کے لئے مقرر کئے گئے مرکزی عہدیداران کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے تاکہ خدام کو اپنے مرکزی کارکن بھائیوں سے واقفیت ہو سکے ——— (ادارہ)

صدر مجلس:۔ محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب۔

آپ مارچ ۱۹۳۴ء میں قادیان میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم بابو محمد بخش صاحب ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں حاصل کی ۱۹۴۹ء میں میٹرک کا امتحان ... پاس کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور میں زیر تعلیم رہے اور ۱۹۵۳ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے بی ایس سی کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں دوم رہے بعد ازاں ۱۹۵۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کی وساطت سے ایم۔ اے (ریاضی) کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ آپ نے اپنی زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ اس وقت آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور صدر شعبہ ریاضی سلسلہ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ مالیاتی امور میں گہری نظر رکھتے ہیں۔ سلسلہ کا لٹریچر ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتے ہیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کو بطور ناظم مکانات و ناظم سپلائی خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہے،

آپ ابتداء سے ہی مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ آپ کو ۱۹۵۹ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں شامل کیا گیا ایک سال تک آپ کو بطور مہتمم صحت جسمانی۔ چھ سال تک بطور مہتمم مال ایک سال تک بطور مہتمم تجنید۔ ایک سال تک بطور معتمد اور ایک سال تک بطور مہتمم تربیت کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس عرصہ میں آپ نے قابلِ رشک محنت۔ لگن اور جانفشانی سے کام کیا۔

آپ کی طبیعت میں شگفتگی، تحمل اور بردباری پائی جاتی ہے۔ احساس ذمہ داری کے ساتھ کام کرنے والے ہیں نیز مسائل کو سلجھانے اور حل کرنیکا خداداد ملکہ رکھتے ہیں۔ ہر کام کو باقاعدہ سکیم بنا کر نہایت احسن طور پر بجا لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نائب صدر و مہتمم صنعت و تجارت۔ مکرم پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقبؔ۔

آپ محترم قاضی محمد رشید صاحب مرحوم سابق وکیل المال تحریک جدید کے فرزند ہیں۔ آپ کی اپریل ۱۹۳۵ء میں قادیان میں ولادت ہوئی۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان اور تعلیم الاسلام کالج لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے گورنمنٹ کالج لاہور کی وساطت سے کیمسٹری میں ایم۔ ایس سی (آنرز) کی ڈگری حاصل کی۔ تب سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تدریسی خدمات

انجام دیتے ہوئے سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں آپ واقفِ زندگی
ہیں اور خدمتِ دین کے جذبہ سے سرشار ہر وقت سلسلہ کے
کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

آپ کا مجلس خدام الاحمدیہ سے بہت قدیمی اور گہرا
تعلق ہے۔ ۱۹۵۳-۵۴ء میں مجلس فضل عمر ہوسٹل لاہور
کے قائد رہے۔ مجلس ربوہ میں زعیم حلقہ سے لیکر قائد اور مہتمم
مقامی کے طور پر مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالانے کا
موقعہ ملا ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مختلف اوقات
میں مہتمم وقارِ عمل، مہتمم تحریک جدید، مہتمم اشاعت
مہتمم مجالس بیرون، مہتمم عمومی، مہتمم تجنید، مہتمم اطفال
اور بطور معتمد کام کر چکے ہیں۔

آپ تقریباً ۳½ سال تک ماہنامہ خالد
اور دو سال تک ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے
مدیر کے فرائض بھی سرانجام دے چکے ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں آپ نے سول ڈیفنس کا
آفیسرز ٹریننگ کورس پاس کیا۔ نیز ہومیو پیتھک طریق
علاج میں رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنر کی سند رکھتے ہیں۔

معتمد۔ مکرم سمیع اللہ صاحب سیال۔

آپ مکرم چوہدری رحمت اللہ مرحوم کے صاحبزادے
ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں خانہ ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔
تعلیم الاسلام ہائی سکول (چنیوٹ) سے ۱۹۴۹ء
میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تعلیم الاسلام
کالج لاہور سے بی۔ اے اور ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی
سے ایم۔ اے شماریات (Statistics) کی
ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء تک آپ نے
تحریک جدید میں پہلے کچھ عرصہ بطور وکیل، آپ جامعہ احمدیہ
بعد ازاں بطور نائب وکیل المال خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۳ء تک احمدیہ سیکنڈری
سکول بو (سیرالیون) میں بطور ٹیچر اور بعد ازاں بطور
پرنسپل کام کرتے رہے۔ سیرالیون سے واپسی کے بعد
نائب وکیل المال اوّل کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے
ہیں۔ آپ واقفِ زندگی ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے
کاموں کا خاص تجربہ رکھتے ہیں۔ پہلے زعیم حلقہ۔ ناظم تحریک جدید
مہتمم صنعت و تجارت بھی رہ چکے ہیں۔ گزشتہ تین سال
کے دوران آپ کو مجلس مرکزیہ میں بطور مہتمم مال نمایاں
خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا ہے۔

مہتمم عمومی۔ مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب۔

خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چشم و
چراغ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ
العزیز کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ اپریل ۱۹۳۷ء میں
قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان ہی میں
حاصل کی ——— میٹرک کے بعد تعلیم الاسلام
کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور ۱۹۶۰ء میں بی اے
کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے
فلاسفی میں ایم۔ اے کیا۔ تب سے تعلیم الاسلام کالج
ربوہ میں لیکچرار کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔ اور
ساتھ ہی پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے مقالہ تیار کر رہے ہیں
قرآن مجید اور احادیث کی کتب کے علاوہ
مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کا انتہائی شوق رکھتے ہیں
آپ کو تقریر کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ

...ہیں عمومی دلچسپی رکھتے ہیں نظم کے پابند اور
...دین نوجوان ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم
اصلاح وارشاد کے علاوہ بطور مہتمم مجالس بیرون بھی خدمت
کرچکے ہیں۔ انتظامی امور میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ گذشتہ
چند برس سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک لنگرخانہ کے
ناظم کی حیثیت سے نمایاں خدمات کا شرف حاصل کررہے ہیں

مہتمم تجنید:۔ مکرم صدیق احمد صاحب منور
دسمبر ۱۹۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔
والد صاحب کا نام محترم مہردین صاحب ہے۔ ابتدائی
تعلیم قلعہ صوبہ سنگھ ضلع سیالکوٹ میں پائی ۱۹۵۰ء
میں زندگی وقف کرکے آپ جامعہ احمدیہ میں اعلیٰ تعلیم
کے حصول کے لئے داخل ہوگئے۔ امسال آپ نے
"شاہد" کا امتحان پاس کرنے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی
سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا ہے۔

گذشتہ سال جامعہ احمدیہ میں سو فیصدی حاضری
پر آپ کو حاضر باشی کا اوّل انعام ملا۔ والی بال کے
عمدہ کھلاڑی ہیں۔ محلہ دارالرحمت وسطی و غربی میں
دو سال تک بطور زعیم کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔
آپ ایک مستقل مزاج فرض شناس اور محنتی نوجوان
ہیں موجودہ مجلس عاملہ میں آپ کو سب سے کم عمر رکن
ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔

مہتمم تعلیم۔ مکرم اللہ بخش صاحب شاہد
نومبر ۱۹۳۸ء بمقام ادرحمہ ضلع سرگودھا میں
پیدا ہوئے۔ آپ محترم چوہدری اللہ دین صاحب
کے فرزند ہیں۔ ابتدائی تعلیم ادرحمہ میں پائی ۱۹۵۷ء
میں ماڈل ہائی سکول ماڈل ٹاؤن لاہور سے میٹرک
کا امتحان پاس کیا۔ اور ایس۔ وی کی ٹریننگ حاصل
کرکے ضلع سرگودھا میں ایک سال تک تدریس کے
فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۰ء سے جولائی ۱۹۶۲ء تک تعلیم الاسلام
ہائی سکول ربوہ میں بطور ٹیچر کام کرتے رہے۔
اکتوبر ۱۹۶۲ء میں زندگی وقف کرکے اعلیٰ
تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ احمدیہ میں داخل ہوگئے
اور امسال شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ جولائی ۱۹۶۹ء
میں پہلی مرتبہ مہتمم تعلیم مقرر ہوئے تھے اس سے
قبل آپ اپنے محلہ میں سائق۔ منتظم اور زعیم بھی
رہ چکے ہیں۔ مجلس مقامی میں محاسب اور مرکزیہ میں
نائب مہتمم تحریک جدید اور نائب مہتمم المقامی کے طور
پر کام کرتے رہے ہیں۔

مہتمم تربیت۔ مکرم پروفیسر محمد اسلم صاحب صابر
مکرم بشیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں
فروری ۱۹۳۷ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بعد ازاں سرگودھا
منتقل ہوگئے چار سال تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ
میں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۶۱ء میں عربی میں ایم اے
کی ڈگری حاصل کی۔ آجکل تعلیم الاسلام کالج ربوہ
میں عربی کے لیکچرار ہیں۔ بہت مخلص اور دیندار
نوجوان ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ میں بطور زعیم حلقہ
نائب مہتمم مال، مہتمم عمومی، مہتمم مجالس بیرون، مہتمم
تعلیم اور مہتمم تجنید کام کیا ہے۔ امسال مہتمم تربیت مقرر ہوئے ہیں

مہتمم اشاعت۔ مکرم پروفیسر محمد اسلم صاحب شاد منگلا
فروری ۱۹۴۵ء میں بمقام چک منگلا ضلع سرگودھا
آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام الحاج
صالح محمد صاحب منگلا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم
چک منگلا ہی میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان تعلیم
الاسلام ہائی سکول ربوہ سے پاس کیا ۱۹۶۷ء
میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایم اے عربی کا
امتحان دیا۔ اور کالج میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔
اس وقت آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں دینیات
اور عربی کے لیکچرار ہیں۔

قبل ازیں آپ اپنے محلے میں منتظم خدمت خلق
منتظم اصلاح وارشاد اور منتظم تربیت رہ چکے
ہیں۔ نیز مرکز میں نائب مہتمم اصلاح وارشاد کے
طور پر بھی کام کر چکے ہیں۔ گذشتہ سال سے آپ
مہتمم اشاعت اور ماہنامہ خالد کے مدیر اعلیٰ ہیں
آپ ایک خوش مزاج حلیم اور محنتی نوجوان ہیں۔

مہتمم اصلاح وارشاد۔ مکرم قریشی نور الحق صاحب تنویر
آپ ستمبر ۱۹۳۱ء میں پٹیالہ میں پیدا ہوئے
محترم قریشی سراج الحق مرحوم کے فرزند ہیں۔ آپ
نے ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں حاصل
کی ۱۹۵۳ء میں جامعۃ المبشرین سے "شاہد" کی
ڈگری حاصل کی۔ نیز پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی
فاضل" کا امتحان پاس کیا۔ آپ واقف زندگی ہیں
۱۹۵۶ء میں آپ کو تحریک جدید کی طرف سے اعلیٰ تعلیم
کے حصول کے لئے مصر بھجوا دیا گیا۔ جہاں آپ نے سند امتیاز
حاصل کی۔ مصر سے واپسی کے بعد سے آپ جامعہ احمدیہ
میں عربی ادب کے استاد کی حیثیت سے خدمات
سرانجام دے رہے ہیں۔ قبل ازیں آپ کو احمد نگر
میں بطور قائد اور مجلس مرکزیہ میں چار سال تک
مہتمم تعلیم ایک سال تک بطور معتمد خدمت کرنے کا
موقعہ ملا ہے۔ گذشتہ سال کی مجلس عاملہ میں آپ
نائب صدر دوم تھے۔

مہتمم مال۔ مکرم عبدالرشید صاحب غنی
دسمبر ۱۹۳۲ء میں انبالہ میں پیدا ہوئے۔
۱۹۵۰ء میں لودھراں میں میٹرک کیا۔ ۱۹۵۴ء میں
تعلیم الاسلام کالج لاہور سے بی۔ ایس سی کا امتحان
پاس کیا۔ چند سال تعلیم الاسلام کالج میں بطور
ڈیمانسٹریٹر کام کیا۔ ۱۹۶۱ء میں پشاور یونیورسٹی
سے ایم۔ ایس سی (ریاضی) کی ڈگری حاصل کی۔ تب سے
تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور لیکچرار خدمات بجا
لا رہے ہیں۔

۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء تک آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ
میں بطور نائب مہتمم تجنید و نائب مہتمم صنعت و تجارت
خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ بعد ازاں آپ کو بطور محاسب اور
مہتمم تحریک جدید کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ
نہایت محنتی اور مضبوط ارادے کے مالک ہیں۔ ہاکی کے
عمدہ کھلاڑی ہیں گذشتہ سال مہتمم وقار عمل تھے۔

مہتمم تحریک جدید۔ مکرم منور شمیم صاحب خالد
مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے۔
ناظر بیت المال (آمد) کے فرزند ہیں۔ مئی ۱۹۳۹ء میں

بمقام قادیان پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی
۱۹۵۵ء میں میٹرک کیا۔ ۱۹۵۹ء میں تعلیم الاسلام کالج
ربوہ سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۱ء
میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی
تب سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پولیٹیکل سائنس
کے شعبہ میں تدریسی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ بیڈمنٹن
کے اچھے کھلاڑی ہیں۔ مطالعہ اور مضمون نویسی کا خاص
شوق ہے۔ خاموش طبع اور منکسر المزاج ہیں اس سے
پہلے آپ بطور نائب مہتمم خدمتِ خلق اور پھر مہتمم
خدمتِ خلق مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں کام کر چکے
ہیں۔ گذشتہ سال بھی مہتمم تحریک جدید تھے:

محاسب ۔ مکرم مبارک احمد صاحب کاٹھ گڑھی
یکم جنوری ۱۹۴۳ء بمقام کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور
پیدا ہوئے۔ محترم چوہدری عبدالرحیم صاحب کاٹھ گڑھی
سابق آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے صاحبزادے ہیں۔
۱۹۵۹ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے
میٹرک اور ۱۹۶۵ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے
بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ اس وقت آپ تعلیم
الاسلام ہائی سکول ربوہ میں بطور مدرس خدمت
سرانجام دے رہے ہیں۔ قبل ازیں محلہ میں سائق
اور منتظم کے طور پر اور مجلس مقامی میں گذشتہ
تین سال تک ناظم مال کی حیثیت سے خدمت کرتے
رہے ہیں آپ مالی امور میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔
اور مجلس کے کام کو بہت محنت اور عمدہ طریق سے
سرانجام دینے کی صلاحیت کے حامل ہیں۔ بطور
محاسب پہلی دفعہ مرکزی عہدیدار مقرر ہوئے ہیں:

مہتمم وقارِ عمل ۔ مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب۔
آپ محترم خلیفہ صلاح الدین احمد مرحوم
کے فرزند ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ
تعالیٰ کے ماموں تھے۔ آپ ۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو
قادیان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول
ربوہ سے میٹرک کیا۔ ۱۹۵۲ء میں جبکہ آپ نویں جماعت
میں پڑھتے تھے آپ نے اپنی زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ
کے لئے وقف کر دی تھی۔ میٹرک کے بعد تعلیم الاسلام
کالج میں زیر تعلیم رہے ایف ایس سی کے بعد پرائیویٹ
طور پر بی۔اے کر لیا۔ ۱۹۶۲ء میں اعلیٰ تعلیم کے
حصول کے لئے جامعہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور
امسال شاہد کا امتحان پاس کیا ہے۔ آپ ہاکی اور
کرکٹ کے عمدہ کھلاڑی رہے ہیں۔
خدمتِ دین کا خاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اپنے
حلقہ میں ۲ سال تک بطور زعیم کام کرتے رہے ہیں۔
نیز مجلس مقامی میں ناظم خدمتِ خلق اور ناظم وقارِ عمل
کے طور پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مجلس مرکزیہ
میں پہلی مرتبہ شامل کئے گئے ہیں۔

مہتمم خدمتِ خلق ۔ مکرم حمید احمد صاحب ظفر (ایم۔اے)
آپ محترم محمد عبداللہ صاحب صحابی حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں آپ ۱۹۴۰ء
میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں تعلیم الاسلام
ہائی سکول ربوہ سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان
پاس کیا اور اپنی زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے وقف

کردی۔ ۱۹۶۳ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے عربی
میں ایم۔ اے کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ سے وابستہ
ہوگئے اور اس وقت وہاں لائبریرین کے طور پر کام
کر رہے ہیں۔

امسال آپ کو پہلی مرتبہ مجلس مرکزیہ میں شامل
کیا گیا ہے۔ جبکہ گذشتہ سال آپ اسی شعبہ میں بطور
نائب مہتمم کام کرتے رہے ہیں۔ نیز مجلس مقامی میں
ناظم وقار عمل بھی رہ چکے ہیں آپکو گذشتہ آل پاکستان
طاہر کبڈی ٹورنامنٹ میں بطور سیکرٹری نمایاں خدمات
سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ آپ نہایت محنت اور تندہی
سے کام کرنے والے ایک مستعد کارکن ہیں۔

مہتمم صحتِ جسمانی:۔ مکرم عبد الرزاق صاحب۔

آپ ۱۹۳۵ء میں بمقام شیخوپورہ پیدا ہوئے۔
آپ کے والد محترم کا نام ماسٹر اللہ بخش صاحب ہے۔
ابتدائی تعلیم شاہدرہ میں حاصل کی اور ۱۹۵۶ء میں
میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

آپ نے
اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کی ہوئی ہے
اس وقت جامعہ احمدیہ میں بطور پی ٹی آئی خدمات
سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ دینی کاموں میں بہت
سرگرمی سے حصہ لینے والے مستعد نوجوان ہیں۔
قبل ازیں ۱۰ سال تک اپنے محلہ میں زعیم رہے ہیں۔
مقامی مجلس میں بطور ناظم وقار عمل بھی کام کر چکے ہیں۔
مجلس مرکزیہ میں پہلے ایک سال تک نائب مہتمم صحت
جسمانی کے طور پر کام کیا اور اب گذشتہ تین سال
سے بطور مہتمم صحت جسمانی خدمت بجا لا رہے ہیں۔

آپ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء میں مجلس خدام الاحمدیہ
کے زیر اہتمام ہونے والے تیسرے اور چوتھے آل
پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ میں نائب صدر اور
گزشتہ سال کے ٹورنامنٹ میں صدر تھے۔

مہتمم مجالس بیرون۔ مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب۔

آپ مکرم صوفی غلام محمد صاحب ایڈیشنل ناظر
بیت المال آمد کے فرزند ہیں۔ ۲۱ جون ۱۹۳۴ء
کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں تعلیم الاسلام
ہائی سکول چنیوٹ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔
۱۹۵۳ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے بی۔ ایس سی
کا امتحان پاس کیا۔ اس عرصہ میں آپ مجلس خدام الاحمدیہ
فضل عمر ہوسٹل میں منتظم تعلیم۔ وصایا اور اصلاح و
ارشاد رہے۔

۱۹۵۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے
ریاضی کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت
دین کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۷ء
وکالت مال میں کام کرتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ
مجلس مقامی میں ناظم صحتِ جسمانی اور ۱۹۵۷ء تا
۱۹۵۸ء مرکز میں مہتمم عمومی رہے۔ ۱۹۵۸ء سے
۱۹۶۴ء تک آپ کراچی میں متعین رہے اور مجلس
کراچی میں ناظم تعلیم، معتمد اور بعد ازاں نائب قائد
کے طور پر کام کرتے رہے۔

۱۹۶۴ء سے مرکز میں نائب وکیل المال ثانی کے
فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

میں محاسب اور مہتمم تحریک جدید بھی رہ چکے ہیں۔ مالیاتی اور انتظامی امور پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

مہتمم اطفال۔ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد

آپ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد کے فرزند ہیں۔ ۱۴؍اگست ۱۹۴۳ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۹ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے میٹرک کیا۔ ۱۹۶۳ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا جس میں عربی کے مضمون میں آپ یونیورسٹی میں اول رہے۔ اور یونیورسٹی سے ۲ طلائی تمغے حاصل کئے ۱۹۶۵ء میں آپ نے تعلیم الاسلام کالج سے عربی میں ایم۔ اے کا امتحان دیا۔ جس میں آپ یونیورسٹی بھر میں دوم رہے۔ اور سلور میڈل حاصل کیا۔

ایم۔ اے کرنے کے بعد واقف زندگی ہونے کی حیثیت سے آپ جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ احمدیہ میں آپ ہر کلاس میں اول آتے رہے۔ اسی دوران ۱۹۶۶ء میں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان بھی دے دیا جس میں آپ پنجاب بھر میں اول رہے اور ایک اور طلائی تمغہ حاصل کیا۔ آپ کو جامعہ احمدیہ کے بہترین مقرر ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ میں آپ محلہ کے سائق منتظم اور زعیم کام کا تجربہ رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں آپ مجلس مرکزیہ میں بطور مہتمم مقامی شامل کئے گئے بعد ازاں بطور مہتمم تعلیم۔ مہتمم اشاعت و ایڈیٹر خالد کرنے کا موقع ملا۔ گذشتہ سال سے آپ بطور مہتمم اطفال اور ایڈیٹر رسالہ تشحیذ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ رسالہ الفرقان کے نائب مدیر بھی ہیں۔ آپ بڑے دعا گو۔ اور منکسر المزاج صالح نوجوان ہیں ۞

مہتمم مقامی۔ مکرم سلطان محمود صاحب انور

آپ ۱۱؍مارچ ۱۹۳۳ء بمقام کھاریاں ضلع گجرات پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مکرم چوہدری محمد الدین صاحب ہے آپ نے ابتدائی تعلیم کھاریاں میں ہی حاصل کی۔ اور مڈل کا امتحان وہیں پاس کیا۔ میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس کیا۔ ۱۹۴۲ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لئے زندگی وقف کی

اپریل ۱۹۴۶ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۲ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اور ۱۹۵۶ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ نیز دو سال تک فقہ میں سپیشل کورس کیا۔ زمانہ طالب علمی میں کبڈی اور والی بال کے اچھے کھلاڑی رہے ہیں۔

اپنے محلہ میں زعیم۔ سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور نائب صدر کے طور پر کام کرنے کے علاوہ ضلع گجرات۔ خیرپور ڈویژن اور مشرقی پاکستان میں بطور مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ خدمت کرنے کا موقعہ بھی ملا ہے۔ کچھ عرصہ امیر ضلع جہلم بھی رہے۔ آپ ایک عمدہ مقرر اور مضمون نگار ہیں۔ آجکل دفتر اصلاح و ارشاد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۞